ترجمہ و تفسیر غرائب القرآن

از ڈپٹی نذیر احمد دہلوی

ڈاکٹر محمود حسن الٰہ آبادی

ڈپٹی نذیر احمد

شمس العلماء خاں بہادر مولانا ڈپٹی حافظ نذیر احمد ۱۸۳۱ء یا ۱۸۳۶ء میں پیدا ہوئے اور ۱۹۱۲ء مطابق ۱۳۳۰ھ میں ان کا انتقال ہوا۔ یہ اردو زبان کے دور متوسط کے معماروں میں ہیں۔ مختلف اسالیب میں طبع آزمائی کی وجہ سے تاریخ ادب اردو کے زریں دور کے ارتقا میں ان کا مقام بہت بلند ہے۔ مہدی حسن افادی الاقتصادی نے آپ کو اردو ادب کے عناصر خمسہ میں شمار کیا ہے[۵]۔ خطبات، انشا، ناول، ترجمے اور دینی کتابیں آپ کے اہداف قلم ہیں۔ اصلاح معاشرہ میں آپ کی تحریروں کا ایک خاص مقام ہے۔ مراۃ العروس۔ بنات النعش اور توبۃ النصوح جیسی اصلاحی ناولیں اردو زبان میں آپ سے پہلے ناپید تھیں۔ فسانۂ مبتلا۔ ابن الوقت۔ ایامیٰ اور رویائے صادقہ نے اردو ناول نویسی میں تاریخ بنائی ہے۔ منتخب الحکایات اور چند پند میں حکمت و موعظت کے موتی ہیں جنھیں اردو کی لڑی میں پرویا گیا ہے۔ مبادی الحکمت اور ما یغنیک عن الصرف جیسی کتابیں اس بات کی دلیل ہیں کہ منطق اور گرامر میں بھی آپ کا اشہب قلم رواں رہا ہے۔ الحقوق والفرائض۔ اجتہاد۔ دہ سورہ۔ ادعیات القرآن۔ امہات الامہ اور مطالب القرآن جیسی کتابیں آپ کی دینی بصیرت کی دلیل ہیں۔ امہات الامہ پر علماء نے بہت سے اعتراضات بھی کئے ہیں۔ انکم ٹیکس ایکٹ۔ قانون تعزیرات ہند اور قانون شہادت کے ترجموں نے رومن لا (ROMAN LAW) میں سب سے پہلے اردو زبان ہی کو مالا مال کیا ہے۔ ہندوستان کی کسی اور زبان کو یہ شرف اولیت حاصل نہیں ہے۔ یہ ڈپٹی صاحب ہی کا فیض قلم ہے۔ پھر ترجمہ و تفسیر موسومہ غرائب القرآن نے ڈپٹی صاحب کو ادب کے اس مقام پر لا کھڑا کیا ہے جہاں پہنچ کر انسان زندۂ جاوید ہو جاتا ہے۔

ڈپٹی صاحب کے فن کی تین حیثیتیں

ڈپٹی صاحب کے ترجمہ قرآن تک پہونچنے اور اس کی قدر وقیمت جاننے کے لیے ان کی دوسری علمی کاوشوں کو بھی سامنے رکھنا ہوگا۔ ڈپٹی صاحب کی تین حیثیتیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ وہ ایک باکمال اور صاحب طرز ادیب ہیں۔ دوسرے وہ ایک کامیاب مترجم ہیں۔ تیسرے وہ مترجم اور مفسر قرآن ہیں۔ ترجمہ وتفسیر پر تفصیلی نظر ڈالنے سے پہلے مناسب ہوگا کہ ڈپٹی صاحب کی ان دو حیثیتوں پر بھی نظر ڈال لی جائے۔

(۱) ڈپٹی صاحب بحیثیت ادیب۔

ڈپٹی صاحب کا شمار اردو زبان کے چوٹی کے نثر نگاروں میں ہوتا ہے۔ نثری افادات میں خطبات۔ انشاء۔ ناول اور دینی کتابیں آپ کی یادگار ہیں۔ ان کتابوں کا داخلی تجزیہ مقالہ کا موضوع نہیں ہے۔ فنی حیثیت سے ڈپٹی صاحب کی زبان عالمانہ ہے لیکن اقتضائے وقت اور موقع کے لحاظ سے وہ اس زبان میں حسب ضرورت تصرف کرلیا کرتے تھے، لیکن جس چیز سے وہ کبھی پیچھا نہ چھڑا سکے وہ دہلی کی ٹکسالی زبان اور وہاں کی بیگمات کے محاورات ہیں۔ مولوی عبدالخالق کی دختر بھی جو ان کی بیگم تھیں ان کی زبان کی اس صنعت میں کوئی تبدیلی پیدا نہ کرسکیں۔ "ایک قدیم مضمون نگار نے اس حیثیت سے نذیر احمد کو شیکسپیر (Shakspeare) کا حریف کہا ہے جس کی مخترعہ تشبیہات، تمثیلات، استعارات اور الفاظ کہیں محاورہ بن کر اور کہیں ضرب الامثال بن کر انگریزی زبان کے جزو لاینفک ہوگئے۔ جنھیں ہزارہا انگریزی داں بلا تکلف اپنا سمجھ کر استعمال کرتے ہیں نذیر احمد کے اسلوب کی اس خصوصیت سے اردو زبان کو بلا کی وسعت نصیب ہوئی۔"[۳۵]

زبان کی شوخی ایسی تھی کہ امہات الامہ جیسی سنجیدہ کتاب میں جس کی معنوی قدر وقیمت میں کوئی کلام نہیں اپنی اس عادت سے وہ پیچھا نہیں چھڑا سکے۔ اسی وجہ سے ان کے اوپر کفر کے فتوے بھی عائد کیے گئے جس سے وہ دل برداشتہ ہوگئے تھے۔ محاوروں کی یہ بھرمار کبھی کبھی عبارت کو بوجھل بھی بنادیتی تھی۔ لیکن عبارت کی روانی اور تسلسل سے اس احساس میں کمی ہوجاتی تھی۔ ناولوں میں آپ نے کردار نگاری کو نفسیاتی میزان پر پورا کر دکھایا ہے۔ اصلاح معاشرہ کے لیے آپ کی ناولیں آج بھی اپنا ایک افادی مقام رکھتی ہیں۔ غرضیکہ بحیثیت ادیب جو جامعیت آپ کے یہاں ملتی ہے وہ بہت کم ادیبوں کے حصے میں آئی ہے۔

(۲) ڈپٹی صاحب بحیثیت مترجم

اردو نثر نگاری کے دور اول میں انگریزوں نے مترجمین کی ایک طویل قطار کھڑی کر دی تھی۔ لیکن ان کی کاوشیں آج ہمارے سامنے ادب کی تاریخ کا صرف ایک حصہ ہیں ڈپٹی صاحب نے جو تراجم اپنے ذمہ لیے ان کی تابناکی اب تک برقرار ہے۔ عربی زبان وادب کے ماہر تو وہ تھے ہی لیکن تعجب ہے کہ انگریزی میں زیادہ دستگاہ نہ رکھنے کے باوجود انھوں نے تین اہم کتب قوانین کے اردو ترجمے کیے اور جیسا کہ ایک جگہ انھوں نے خود لکھا ہے یہ ترجمے انھوں نے رائل ڈکشنری (Royel Dictionary) کی مدد سے کیے[۲۶] ان میں سب سے اہم تعزیرات ہند (Indian Panal Code) کا ترجمہ ہے جس پر ایک بار نظر ثانی بھی کی۔ دوسرا ترجمہ انکم ٹیکس ایکٹ (Income Tex Act) کا کیا۔ ان کا تیسرا ترجمہ قانونِ شہادت (Evidence Act) کا تھا۔ ان ترجموں نے اردو زبان کو وہ قانونی زبان اور اصطلاحات فراہم کیں جو ۱۹۵۱ء تک ہندوستان کی عدالتوں میں رائج تھیں اور شاید پاکستان میں اب بھی رائج ہوں۔ ڈاکٹر اشفاق احمد اعظمی کہتے ہیں:

"نذیر احمد کے اسلوب تحریر کی ایک خاص خصوصیت یہ تھی کہ وہ الفاظ کو اس خوبی سے اپنی عبارت میں برتنے کا فن جانتے تھے کہ غیر مانوس اور ثقیل الفاظ بھی ان کے یہاں رواں اور قابل استعمال ہو جاتے تھے۔ قانون کے ترجمے سے انھوں نے بے شمار ایسے الفاظ کو زبان زد عوام وخواص کر دیا اور ملک کے گوشہ گوشہ میں سکۂ رائج الوقت کی طرح جاری کر دیا۔"[۲۷]

ڈپٹی صاحب بحیثیت مترجم قرآن

ترجمۂ قرآن کا کام دیگر تمام تراجم یا طبعزاد تخلیقات کے مقابلہ میں زیادہ مشکل کام ہے۔ لیکن ڈپٹی صاحب کے ارتقاء فن نے اس آخری زینے تک پہونچنے میں کوئی دشواری محسوس نہیں کی۔ ترجمۂ قرآن میں وہ کہاں تک کامیاب رہے ہیں اس کا اندازہ ترجموں کے تقابلی مطالعہ سے ہوگا جو ہم آگے انشاء اللہ کرنے والے ہیں، جہاں تک فن کے خارجی حسن کا تعلق ہے۔ ڈپٹی صاحب کے ترجمہ قرآن میں جو چیز نمایاں طور پر جھلکتی ہے وہ الفاظ کا مناسب استعمال ہے۔ جملوں کی بندش، الفاظ کی ترکیب، اور دہلی کی ٹکسالی زبان آپ کی خصوصیات ہیں۔ آپ کے ترجمہ کی زبان میں نہ کوئی لفظ زیادہ معلوم ہوتا ہے نہ کم۔ یہ بڑی خوبی کی بات ہے۔ عبارات بین القوسین نے ترجمہ کی معنویت میں خاصہ اضافہ کیا ہے۔ اگر قوسین کو الگ کر کے عبارت پڑھی جائے تو دیگر تراجم قرآن کی طرح وہ بھی مکمل ہے۔ لیکن قوسین کی کثرت بسا اوقات بار محسوس

ہونے لگتی ہے! محاورات کی کثرت اگر نثری عبارت کا حسن ہے تو ترجمہ کی کبھی کبھی خامی بھی ہے اور ترجمہ قرآن میں تو محاورات کی کثرت زبان پر بوجھ ہے۔ڈپٹی صاحب کی اردوئے معلی ہو سکتا ہے ایک خاص زمانہ میں ایک خاص حلقہ میں متداول رہی ہو لیکن ترجمہ قرآن میں جو چیز مطلوب ہے وہ فہم قرآن اور تاثرانگیزی ہے جو اس مخصوص زبان سے کہیں کہیں کم ہو جاتی ہے۔ نثر کی سب سے بڑی خصوصیت آمد ہے لیکن تعقید لفظی نے کہیں کہیں ڈپٹی صاحب کے ترجمہ کو آورد سے قریب کر دیا ہے۔لیکن اس کے باوجود یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ انھوں نے ترجمہ کو سنوارنے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی۔

ترجمہ قرآن پر بعض ناقدین کی رائیں

ڈپٹی صاحب کے ترجمہ قرآن کے بارے میں محمد یحیی تنہا کہتے ہیں"مولانا کا سب سے بڑا کام ترجمۃ القرآن ہے۔ قرآن پاک کا ترجمہ آج کل کی بامحاورہ زبان کی فصاحت اور سلاست کے علاوہ اصل عربی کا زور اور شان جہاں تک ممکن تھا مولانا نے قائم رکھنے کی کوشش کی ہے[۷]۔

وصل بلگرامی لکھتے ہیں"اس کی سب سے بڑی خصوصیت اس کی سادہ اور بامحاورہ زبان ہے[۸]"

بشیر احمد انصاری کہتے ہیں" قرآن شریف کے ترجمے میں بھی مولوی صاحب کے سامنے علماء و فصحا نہیں بلکہ عام لوگ رہتے ہیں۔ اسی لیے قرآن کا ترجمہ بہت ہی سیدھی سادی زبان میں کیا گیا ہے جو عام طور پر بولی اور سمجھی جاتی ہے[۸]"

علی عباس حسینی یوں رطب اللسان ہیں"آخر میں قرآن شریف کا ترجمہ فرمایا ہے جو الہامی کتاب کے سب سے بہتر ترجموں میں شمار ہوتا ہے"[۹]

محمد مہدی یوں مدح سرائی کرتے ہیں"اس میں شک نہیں کہ ـــ یہ ایسا شستہ، رفتہ، شگفتہ بامحاورہ اور فصیح و بلیغ ترجمہ ہے کہ اس سے بہتر نہیں ہو سکتا"[۱۰]

جائزہ تراجم قرآنی کے مصنف کا خیال ہے کہ"زبان کی سلاست، شستگی اور شگفتگی کے لحاظ سے اس ترجمہ کو بڑی شہرت حاصل ہے۔ لیکن ڈپٹی صاحب کی زبان انشاء میں ایک خاص نقص ہے جس نے ان کی بعض تصانیف کو علمی معیار پر پست کر دیا ہے۔ وہ انشاء میں حسن پیدا کرنے کے لیے جا بجا بکثرت محاورے استعمال کرتے ہیں جو کہ اکثر فرق مراتب اور حد احترام سے متجاوز ہو جاتے ہیں[۱۱]۔

رام بابو سکسینہ کہتے ہیں "مولانا کا سب سے بڑا کارنامہ ان کا اردو ترجمہ قرآن شریف ہے۔ مگر اس میں اتنا نقص ضرور ہے کہ بعض جگہ ترجمہ کی متانت قائم نہ رہی اور اصل الفاظ کا مطلب اردو الفاظ و محاورات کے بیجا تصرف سے جاتا رہتا ہے، اور نیز یہ کہ کثرت تشریح و اضافہ اور تمثیلات کی وجہ سے ترجمہ ترجمہ نہیں رہتا اس میں تفسیر کی شان پیدا ہو جاتی ہے۔"[۱۲]

ڈاکٹر اشفاق احمد اعظمی کا خیال ہے کہ "اپنے عربی ترجمہ، ترجمۃ القرآن اور دوسری مذہبی تصنیفات میں بھی نذیر احمد نے جدت اور ندرت کا ثبوت دیا ہے اور ترجمہ کو ادب کے درجہ تک پہنچا دیا ہے۔"[۱۳]

مولانا حالی یوں رقم طراز ہیں: "خصوصاً قرآن مجید کی خدمت کے لحاظ سے جو امتیاز انھوں نے ہندوستان کے علماء اسلام میں حاصل کیا ہے۔ اس کا صحیح اندازہ لوگ اس وقت کر سکیں گے جب ان کی وفات پر ایک معتد بہ زمانہ گذر جائے گا اور معاصرین کا دور ختم ہو کر حسد و بغض کے جذبات فرو ہو جائیں گے۔"[۱۴]

یہ بیانات ڈپٹی نذیر احمد کے اسلوب ترجمہ قرآن کے باب میں کافی ہیں۔ ترجمہ کی ضرورت بالعموم عوام کو ہوا کرتی ہے اس لحاظ سے ڈپٹی نذیر احمد کا ترجمہ دراصل عوام ہی کے لیے تھا یہی سبب ہے کہ باوجود کافی شور شرابہ کے اس کے بہت سے ایڈیشن طبع ہوئے، لیکن جیسا کہ ہم آگے چل کر گفتگو کریں گے تراجم قرآن کے متعدد اڈیشنوں کو اس کی مقبولیت کی اصل دلیل نہیں قرار دیا جا سکتا۔

محاورات کی تنگ دامانی

اوپر ہم بیان کر آئے ہیں کہ محاورات کی کثرت اگر نثری عبارت کا حسن ہے تو ترجمہ کی کبھی کبھی خامی بھی ہے۔ ڈپٹی صاحب کے شوق محاورہ نے کہیں کہیں قرآن کے مفہوم و منشا میں واضح طور سے انقباض پیدا کر دیا ہے۔ اس کی صرف ایک مثال سے وضاحت ہو جائے گی۔ ڈپٹی صاحب نے هُنَّ لِبَاسٌ لَكُمْ وَأَنْتُمْ لِبَاسٌ لَهُنَّ (البقرہ ۔ ۱۸۷) کا ترجمہ فرمایا ہے "وہ تمہارے دامن (کی جگہ) ہیں اور تم ان کی چولی (کی جگہ) ہو۔ پھر حاشیہ میں وضاحت فرماتے ہیں، "ایک چیز ایک چیز کو ایسی لازم ہو کہ ایک دوسرے سے جدا نہ ہو سکیں تو کپڑے کے ضلع میں اس لزوم کو ہمارے یہاں یوں تعبیر کرتے ہیں کہ دونوں میں چولی دامن کا ساتھ ہے۔ اس محاورہ کے لحاظ سے لباس کا ترجمہ چولی دامن کا ساتھ کیا گیا ہے۔" واضح ہو کہ قرآنی تمثیلات علی وجہ الاشباہ ہوتی ہیں۔ ان میں

صرف ایک وجہ اشتباہ نہیں ہوا کرتی۔ قرآن کے الفاظ کا لفظی ترجمہ ہوتا ہے "وہ (عورتیں) تمہارے لیے لباس ہیں اور تم (مرد) ان کے لیے لباس ہو"۔ لباس اور جسم کا چولی دامن ہی کا ساتھ نہیں ہوتا بلکہ لباس ساتر بھی ہوتا ہے عیوب کی پردہ پوشی کرتا ہے۔ راحت پہنچاتا ہے اور زینت بھی دیتا ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی فوائد ہوسکتے ہیں۔ لیکن ڈپٹی صاحب کے شوق محاورہ آرائی نے معنی کی اس وسعت کو ختم کر دیا ہے۔ مزید براں محاورہ کی تقطیع اور مردوں کو چولی سے اٹکا دینے کی وجہ سے طرز بیان میں ابتذال پیدا ہو گیا ہے۔ ڈپٹی صاحب کے شوقِ محاورہ نے بہت سے مواقع پر عبارت کی لطافت کو ابتذال کی کثافت سے آلودہ کیا ہے۔

ترجمہ پر اعتراضات

باوجود اس کے کہ ڈپٹی صاحب نے اپنے ترجمہ قرآن کو شائع کرنے سے پہلے کئی ثقہ علماء کرام کے سامنے پیش کر دیا تھا اور جیسا کہ حیات النذیر کے مصنف نے لکھا ہے۔ "نذیر احمد کے ترجمہ پر فتح محمد خاں جالندھری نے نظر ثانی کی اور کافی سخت تنقیدی نظر سے دیکھا"[۱۵] اور مولانا فتح محمد خاں مرحوم کا پایہ ترجمہ قرآن میں جو کچھ ہے سب کو معلوم ہے۔ ان کا ترجمہ "فتح الحمید" کے نام سے مقبول ترین ترجموں میں شمار کیا جاتا ہے۔ اس کے باوجود نذیر احمد کے ترجمہ قرآن پر بعض علماء کرام نے اعتراضات وارد کئے۔ مولانا اشرف علی تھانویؒ نے "اصلاح ترجمہ دہلویہ" کے نام سے ۴۴ صفحات کا ایک رسالہ لکھا۔ مولانا ابو محمد عبداللہ محدث چھپراویؒ نے "رفع الغواشی عن وجوہ الترجمہ والحواشی" کے نام سے ایک رسالہ شائع کیا۔[۱۶]

مولانا تھانوی نے خطبہ تفسیر بیان القرآن میں مزید لکھا۔ "بعض لوگوں نے محض تجارت کی غرض سے نہایت بے احتیاطی سے قرآن کے ترجمے شائع کرنا شروع کیے۔ جن میں بکثرت مضامین خلاف قواعد شرعیہ بھر دیے جن سے عام مسلمانوں کو بہت مضرت پہنچی"۔[۱۷]

ان کے علاوہ بھی ڈپٹی صاحب کے ہمعصر علماء کرام نے دبی زبان سے اس پر اعتراضات وارد کیے ہیں[۱۸]۔ افسوس کہ اس وقت ہم ان اعتراضات کو معلوم کرنے اور اُن کا جائزہ لینے کے موقف میں نہیں ہیں البتہ جو کچھ اس ترجمہ کے براہ راست مطالعہ سے حاصل ہوتا ہے وہ ڈاکٹر صالحہ عبدالحکیم کے الفاظ میں یہ ہے کہ:-

"ڈپٹی نذیر احمد کے ترجمہ میں نہ ہی الحاد ہے نہ عقائد کا کوئی سقم۔ فقط یہ کہ ترتیب سے آزاد

ہو کر ترجمہ کیا ہے ۔ اگر کوئی قرآنی متن کے بغیر ان کا ترجمہ پڑھے تو ایک مسلسل باربط اور معنی خیز عبارت معلوم ہوتی ہے ۔ ناچیز کے خیال میں یہ تو کوئی جرم نہیں ہے۔"[۱۹]

انتہائی قابل اعتراض

ڈپٹی صاحب کی تفسیر قرآن ان کے ترجمہ قرآن سے الگ کوئی شے نہیں ہے ۔ اس پر ہم ابھی تک کوئی گفتگو اس لیے نہیں کرسکے کہ اس میں کوئی خاص بات نہیں ہے ۔ قرآن کے جن مقامات کی توضیح کے لیے کچھ اضافوں کی ضرورت تھی اسے ڈپٹی صاحب نے حاشیہ میں پورا کر دیا ہے ۔ ہر جگہ شانِ نزول نہیں بیان کی ۔ لیکن انھوں نے مسلمانوں کے متفقہ عقیدے کے مطابق احادیث کو مدار استدلال ٹھیرایا ہے ۔ یہ تفسیر بہت مختصر ہے اسی لیے اسے حواشی کا نام دیا گیا ہے ۔ شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر موضح القرآن بھی ایسی ہی مختصر ہے ۔ لیکن دونوں تفاسیر میں فرق یہ ہے کہ شاہ صاحب کی تفسیر موضح القرآن اردو زبان کی معتبر ترین تفسیروں میں شمار کی جاتی ہے اور اپنی جگہ خود اتھارٹی (Authority) ہے ۔ جبکہ ڈپٹی صاحب کی توضیحات خود محتاج حوالہ ہیں ۔ مگر یہ کوئی قابل اعتراض بات اس لیے نہیں ہے کہ ان کے زمانہ میں آج کی طرح ہر بات حوالہ سے کہنے کا رواج نہیں تھا ۔

لیکن ان تشریحات میں جو چیز سب سے زیادہ کھٹکتی ہے اور فی نفسہٖ مسلمانوں کے نزدیک بے انتہا قابل اعتراض ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلہ میں ڈپٹی صاحب کا انداز خطاب ہے ۔ امہات الامہ میں بھی آپ نے امہات المومنین کی جلالت شان کو ملحوظ نہیں رکھا اسی لیے فتویٰ کفر کے مصداق ٹھہرائے گئے حواشی میں آپ ڈپٹی صاحب کے ترجمہ قرآن کو دیکھ جائیے نہ کہیں آپؐ کی ذات گرامی سے ڈپٹی صاحب کو کوئی تعلق خاطر نظر آتا ہے نہ والہیت وعقیدت ۔ گویا کسی مستشرق کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ ہیں "پیغمبر صاحب" کا لفظ اگر کسی مسلمان کے قلم سے بغیر درود کے نکلے تو اسے دریدہ دہنی پر محمول کرنا ہی چاہئے ۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے : ۔

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ ۔ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا (احزاب ۵۶)	اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر درود بھیجتے ہیں ۔ اے لوگو جو ایمان لائے ہو تم بھی ان پر درود و سلام بھیجو ۔

اور فرمایا ہے :۔

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا ترفعوا	اے لوگو! جو ایمان لائے ہو اپنی آواز
اصواتکم فوق صوت النبی ولا	نبی کی آواز سے بلند نہ کرو اور نہ نبی کے
تجھروا لہٗ بالقول کجھر بعضکم	ساتھ اونچی آواز سے بات کیا کرو جس
لبعض ان تحبط اعمالکم وانتم	طرح تم آپس میں ایک دوسرے سے کرتے
لا تشعرون	ہو کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارا کیا کرایا سب
(الحجرات - ۲)	غارت ہو جائے اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔

آپؐ سے گفتگو کے آداب کے ذیل میں یہ تک کہا گیا ہے کہ کوئی ایسا لفظ خطاب استعمال نہ کیا جائے جو ذو معنی ہو یا جس کو توڑ مروڑ کر غلط معنی بھی نکالے جا سکیں۔

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تقولوا	اے لوگو جو ایمان لائے ہو راعنا نہ کہو
راعنا وقولوا انظرنا واسمعوا	بلکہ انظرنا کہا کرو اور توجہ سے بات کو
(البقرہ - ۱۰۴)	سنو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اس سے بڑا بخیل کوئی نہیں ہے جو میرا نام آئے اور درود نہ پڑھے[۲۲]۔

ان آیات اور فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں ڈپٹی صاحب کی جو تصویر بنتی ہے وہ کسی مستشرق سے الگ نظر نہیں آتی۔ اس اندازِ خطاب نے ڈپٹی صاحب کے ترجمہ قرآن اور تفسیر کو ثقاہت کے درجہ سے بہت نیچے گرا دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ معاف فرمائے۔

کہ غلامی میں بدل جاتا ہے قوموں کا ضمیر

اسلام جب غالب ہوتا ہے تو دین ہوتا ہے جب محکوم ہوتا ہے تو مذہب بن جاتا ہے۔ دین قانون بھی ہے اس لیے حکومت کرنے کے لیے ہے، مذہب انسان کا ذاتی مسئلہ ہے خواہ وہ اسے برتے یا نہ برتے۔ جس طرح ایک نیام میں دو تلواریں اور ایک ملک میں دو بادشاہ نہیں رہ سکتے ویسے ہی کسی ملک میں دو دین حکمراں نہیں ہو سکتے۔ دین لوگوں کو تحفظ عطا کرتا ہے۔ مذہب کو تحفظات عطا کیے جاتے ہیں۔ اسی لیے غلامی میں دین زنجیروں میں جکڑ دیا جاتا ہے جبکہ مذہب کو آزادی رہتی ہے۔ کیونکہ دین مکمل طریق زندگی کا نام ہے، اور مذہب صرف طریق عبادت ہے۔

بالاکوٹ میں ۱۸۳۱ء میں سید احمد شہید اور مولانا اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت کے بعد بھی یہ تحریک اقامتِ دین پچاس سال تک زندہ رہی اور علماء صادق پور نے اس کی آبیاری کی۔ لیکن سرسید کی تحریک نے جہاں مسلمانوں کو بہت سے دیگر فوائد سے متمتع کیا وہیں ان کے تصورِ دین سے محروم کر دیا اور وہ دین کو چھوڑ کر صرف طریقِ عبادت کی آزادی پر قانع ہو گئے۔ سرسید ہندوستان میں فتنۂ انکارِ حدیث کے قافلہ سالار ہیں۔ اس لیے کہ احادیث کی موجودگی میں قرآن کو اپنی خواہشات کی سان پر چڑھایا نہیں جا سکتا۔ ڈپٹی نذیر احمد نے اپنی تفسیر میں احادیث کا کہیں انکار نہیں کیا۔ لیکن سرسید کے ساتھیوں نے ان پر منافقت کا الزام لگایا ہے۔ ڈاکٹر سید عبداللہ کہتے ہیں "مذہب کے اعتبار سے وہ سہولت پسند تھے۔ وہ سوچتے تھے کہ اگر عوام نے ان کے ترجمہ کو منہ نہیں لگایا تو اس ترجمہ کا مقصد ہی فوت ہو جائے گا۔ اس لیے انھوں نے اپنے اعتقادات کو عوام کے خیالات پر قربان کر دینے سے گریز کیا۔ ان کی اس مصلحت بینی سے قوم کو بے شمار فائدے پہنچے"[۲۳]

اشفاق احمد اعظمی نے ڈپٹی صاحب کے بارے میں رائے دی ہے کہ "نذیر احمد احادیث کو مذہبی تاریخ سے تعبیر کرتے ہیں"[۲۴] یہ بعینہ وہی خیالات ہیں جو سرخیل منکرین حدیث مولانا اسلم جیراج پوری کے ہیں۔

سرسید نے سرکار کی وفاداری کا درس براہِ راست مسلمانوں کو دیا۔ ڈپٹی صاحب نے برٹش قوانین کا اردو میں ترجمہ کر کے اسلامی قوانین کے متوازی ایک اور حکومت کی ترویج میں مدد دی۔ اس کا غیر شعوری نفسیاتی اثر ان کے ترجمہ قرآن پر پڑنا ہی تھا اور پڑ کر رہا۔

ڈپٹی صاحب نے قرآن کا ترجمہ خلوص کے ساتھ کیا ہے۔ وہ جانتے بوجھتے مسلمانوں کو گمراہ نہیں کر سکتے تھے۔ ڈاکٹر سید عبداللہ اور اشفاق اعظمی چاہے جو کچھ کہیں ہمیں ان کے استدلال کی کوئی جھلک ڈپٹی صاحب کے ترجمۂ قرآن میں نہیں ملتی۔ لیکن اگر اس ترجمہ قرآن کا بامعانِ نظر مطالعہ کیا جائے تو اس بات کی نشاندہی ہوتی ہے کہ تحکم اور تشریع کے معاملہ میں ان کے یہاں اگر اضطراب نہیں تو وہ وضوح بھی نہیں جو قرآن کے بین السطور میں پنہاں ہے۔

(۱) مثال کے طور پر سورہ بقرہ کی آیت واذا تولّٰی فی الارض لیفسد فیہا ویہلک الحرث والنسل واللہ لا یحب الفساد (البقرہ - ۲۰۵) کا ترجمہ فرماتے ہیں "اور جب تمہارے پاس سے لوٹ کر جائے تو ملک کو کھوند مارے تاکہ اس میں فساد پھیلائے اور کھیتی باڑی

کو اور (آدمیوں اور جانوروں کی) نسل کو تباہ کرے۔ اور اللہ فساد کو پسند نہیں کرتا۔"
تولی کا ترجمہ لوٹ کر جانا لغوی اعتبار سے بھی صحیح ہے اور فحوی کے اعتبار سے بھی صحیح ہے۔ لیکن اس کا ایک ترجمہ اور ہوتا ہے جب انھیں حکومت مل جاتی ہے۔ ڈپٹی صاحب نے جو ترجمہ کیا ہے وہی ترجمہ شاہ عبدالقادر صاحب نے بھی کیا ہے یعنی "اور جب پیٹھ پھیرے" مولانا تھانوی کا ترجمہ ہے "اور جب پیٹھ پھیرتا ہے"۔ مولانا ثناء اللہ صاحب نے ترجمہ فرمایا ہے "اور جب پھر جاتا ہے"۔ مولانا وحید الزماں صاحب نے اصل ترجمہ پھرنے کا کیا ہے لیکن قوسین میں "حکومت ملنے" کا ترجمہ بھی کیا ہے۔ شاہ رفیع الدین صاحب نے "اور جب حاکم ہوتا ہے" ترجمہ کیا ہے۔

بظاہر یہ تمام تراجم یکساں ہیں۔ لیکن ان تمام علماء کے افکار و خیالات کا فرق دوسری جگہوں سے چلتا ہے جہاں انھوں نے اسلام کے تحکم پر زور ہی نہیں بلکہ اصرار بھی کیا ہے۔ اس لیے ہم یہ فرض کرنے میں حق بجانب ہیں کہ ڈپٹی صاحب کا ترجمہ ان کے ذہنی افکار کا عکس ہے جب کہ اوروں کے ترجمے فقط احتمال لغوی کی وجہ سے ہیں۔ اس کی مزید توضیح مثال نمبر (۲) نمبر (۳) اور نمبر (۴) میں ہوگی۔

اب آپ بعد کے مترجمین کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں۔ مولانا مودودیؒ جو تحریک نظام اسلامی اور تنفیذ قانون اسلامی کے سب سے بڑے منادیں اس کا ترجمہ فرماتے ہیں "جب اسے اقتدار حاصل ہوتا ہے"۔ مولانا ابوالکلام آزاد جو ہندوستان میں شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے بعد عظمت و غلبہ اسلام کی نشاۃ الثانیہ کے معماروں میں سے ہیں اس کا ترجمہ یوں کرتے ہیں "جب انھیں حکومت مل جاتی ہے"۔

(۲) ہم نے اوپر جو ملحوظہ نقل کیا ہے اس کی تائید میں سورہ مائدہ کا رکوع نمبر ۷ ملاحظہ فرمائیے یہ پورا رکوع تشریع قانون اسلامی اور اس کی الہامی حیثیت کے تعین میں برہان قاطع ہے۔ اس رکوع میں لفظ "حکم" اور اس کے صیغوں کا استعمال نو بار ہوا ہے۔ پورے رکوع پر ایک نظر ڈالنے سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ اس لفظ کا استعمال اسلام کے قانون تعزیرات کے نفاذ کے لیے ہے جیسا کہ آیت نمبر ۴۵[۲۵] میں بصراحت موجود ہے۔ اس سے پہلے آیت نمبر ۳۸[۲۶] میں بھی اسلامی تعزیرات ہی کا بیان ہوا ہے اور پھر آیت نمبر ۴۳[۲۷] میں اس کی طرف صریح اشارہ ہے۔ حکم کے معنی مجرد حکم کے بھی ہوتے ہیں اور فیصلہ کرنے کے بھی

لیکن فیصلہ کرنا حکم کی ایک مخصوص اور مقید صورت ہے جس سے تاکید کی شان پیدا ہوتی ہے اس لفظ کا ترجمہ مولانا مودودیؒ یوں فرماتے ہیں۔

(۱) یَحۡکُمُ بِهَا النَّبِیُّوۡنَ الَّذِیۡنَ	سارے نبی جو مسلم تھے اسی کے مطابق ان
(۲) اَسۡلَمُوۡا لِلَّذِیۡنَ هَادُوۡا	یہودی بن جانے والوں کے معاملات
(المائدہ:۴۴)	کا فیصلہ کرتے تھے۔
(۲) مَنۡ لَّمۡ یَحۡکُمۡ بِمَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ	جو لوگ اللہ کے نازل کردہ قانون کے
(المائدہ: ۴۵، ۴۶، ۴۷)	مطابق فیصلہ نہ کریں۔
(۳) و الحکم اهل الانجیل (المائدہ ۔۴۷)	ہمارا حکم تھا کہ اہل انجیل اس قانون کے
	مطابق فیصلہ کریں
(۴) فاحکم بینهم بما انزل الله	لہٰذا تم خدا کے نازل کردہ قانون کے مطابق
(المائدہ:۴۸)	لوگوں کے معاملات کا فیصلہ کرو۔
(۵) وان احکم بینهم بما انزل الله	پس اے محمد تم اللہ کے نازل کردہ قانون
(المائدہ ۔ ۴۹)	کے مطابق ان لوگوں کے معاملات کا فیصلہ کرو۔
(۶) اَفَحُکۡمَ الۡجَاهِلِیَّةِ یَبۡغُوۡنَ ؕ وَمَنۡ	(اگر یہ خدا کے قانون سے منہ موڑتے ہیں)
اَحۡسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُکۡمًا لِّقَوۡمٍ یُّوۡقِنُوۡنَ	تو کیا پھر جاہلیت کا فیصلہ چاہتے ہیں، حالانکہ
(المائدہ ۔ ۵۰)	جو لوگ اللہ پر یقین رکھتے ہیں ان کے نزدیک
	اللہ سے بہتر فیصلہ کرنے والا کوئی نہیں ہے۔

مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ کا ترجمہ بھی ملاحظہ فرمالیجئے۔

۱۔ اسی کے ساتھ اللہ کے فرماں بردار انبیاء ——— یہودیوں کے درمیان فیصلہ کرتے رہے

۲۔ اور جو کوئی اللہ کے اتارے ہوئے حکم سے فیصلہ نہ کریں (ایک جگہ "احکام سے" ہے)

۳۔ انجیل والوں کو لائق ہے کہ خدا نے جو اس میں احکام اتارے تھے ان سے فیصلہ کریں۔

۴۔ پس ان میں خدا کے اتارے ہوئے حکموں سے فیصلہ کیجیو۔

۵۔ اور تو ان میں اللہ کے اتارے ہوئے سے حکم کیجیو۔

۶۔ پھر کیا جاہلیت کی حکومت چاہتے ہیں۔

مندرجہ بالا ترجموں میں مولانا ثناء اللہ صاحب نے نمبر ۵ میں " ان احکم " کا ترجمہ "حکم کرنا"

کیا ہے تو نمبر ۶ میں "جاہلیت کی حکومت" کہہ کر اس کی تلافی کر دی ہے۔

عبداللہ یوسف علی نے اپنے انگریزی ترجمہ قرآن میں ان تمام نو جگہوں پر Judgment یا Judge کا لفظ استعمال کیا ہے۔

مولانا ابوالکلام آزاد اپنے ترجمان القرآن میں آیات بالا کا ترجمہ اس طرح فرماتے ہیں:۔

۱۔ خدا کے نبی جو (احکام الٰہی کے) فرماں بردار تھے اسی کے مطابق یہودیوں کو حکم دیتے رہے۔

۲۔ جو کوئی خدا کی نازل کی ہوئی کتاب کے مطابق حکم نہ دے گا۔

۳۔ اور (اسی طرح) چاہیے کہ انجیل والے اسی کے مطابق حکم دیں۔

۴۔ سو چاہیے کہ خدا کی نازل کی ہوئی کتاب کے مطابق لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو۔

۵۔ اور (اے پیغمبر!) ہم نے تمہیں حکم دیا کہ جو کچھ خدا نے تم پر نازل کیا ہے اسی کے مطابق ان لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو۔

۶۔ پھر (جو لوگ احکام الٰہی کا فیصلہ پسند نہیں کرتے تو وہ کیا چاہتے ہیں؟) کیا جاہلیت کے عہد کا سا حکم چاہتے ہیں (جب علم و بصیرت سے لوگ محروم تھے اور اپنے اوہام و خرافات پر عمل کرتے تھے؟)

مولانا آزاد نے ان آیات کے ترجموں میں اہل کتاب اور مشرکین کو ایک حکم میں رکھا ہے اس لیے ان کے تعلق سے ترجمہ میں لفظ "حکم" ہی استعمال کیا ہے۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تعلق سے انھوں نے صرف "فیصلہ" کا لفظ استعمال کیا ہے۔ کیونکہ قرآن تعزیرات الٰہی کا جامع ہے۔ ان کے تین جگہوں پر لفظ "فیصلہ" کے استعمال سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ بقیہ جگہوں پر بھی لفظ "حکم" کا اطلاق "مقید" ہے "مطلق" نہیں ہے۔

اب ڈپٹی صاحب کا ترجمہ ملاحظہ ہو۔

۱۔ (خدا کے) فرماں بردار (بندے) انبیاء (بنی اسرائیل) کے اسی کے مطابق یہودیوں کو حکم دیتے چلے آئے ہیں۔

۲۔ اور جو خدا کی اتاری ہوئی (کتاب) کے مطابق حکم نہ دے۔

۳۔ اور اہل انجیل کو (عیسائی ہونے کی حیثیت سے) چاہیے (تھا) کہ جو (حکم) خدا نے اس میں اتارے ہیں اسی کے مطابق حکم دیا کریں۔

۴۔ تو جو کچھ خدا نے (تم پر) اتارا ہے تم (بھی) اسی کے مطابق ان لوگوں میں حکم دو۔

۵۔جو (کتاب) خدا نے (تم پر) اتاری ہے ۔اسی کے مطابق ان لوگوں میں حکم دو۔

۶۔کیا (اس وقت میں زمانۂ) جاہلیت کا حکم چاہتے ہیں۔

ڈپٹی صاحب کے ترجمہ میں "حکم" کی جو تعمیم یا اطلاق ہے اس کی کوئی تخصیص یا تقیید نہ الفاظ سے ہوتی ہے نہ اشارے سے ۔حالانکہ اس پورے رکوع میں اور اس رکوع سے ماقبل کی آیت ۴۴ میں "حکم" سے مراد احکام عبادات یا دوسرے اوامر و نواہی نہیں ہیں بلکہ صرف "تعزیری فیصلہ" ہے جیسا کہ آیت نمبر ۴۵ میں جان اور اعضاء کے قصاص تعزیرات کے کھلم کھلا بیان سے ظاہر ہوتا ہے۔ یہ تخصیص اس تعمیم سے متناقض نہیں ہے جو بالعموم قرآن کے بین السطور میں پائی جاتی ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ ڈپٹی صاحب اس حکم قرآنی سے واقف نہیں تھے ۔ آیت نمبر ۴۳ کے ترجمہ میں جو تحکیم کی آیت ہے انھوں نے خود اس کی رعایت کی ہے لیکن وہاں بھی وکیف یحکمونک میں بجائے "آپ کو کیسے حکم بناتے ہیں" یا اس قبیل کا ترجمہ کرنے کے یہ ترجمہ کیا ہے کہ "اور (یہ لوگ) کیوں تمہارے پاس جھگڑے فیصلے کو لاتے ہیں" جو ظاہر بات ہے کہ "حکم بنانے" کے مقابلے میں بہت ہی سبک انداز تحریر ہے۔

مولانا اشرف علی تھانویؒ نے ان تمام جگہوں پر حکم اور فیصلہ دونوں الفاظ استعمال کیے ہیں، اس سے مقصد واضح ہو جاتا ہے۔شاہ عبدالقادر صاحب ۔شاہ رفیع الدین صاحب اور دوسرے بزرگوں نے جو ترجمے کیے ہیں ان میں بھی اگر "حکم" ہی کا لفظ استعمال ہوا ہے ۔لیکن حواشی اور تفسیر میں ان لوگوں نے تخصیص مقصد کی وضاحت کر دی ہے ۔جبکہ ڈپٹی صاحب کے یہاں یہ الفاظ اطلاقی شان کے ساتھ استعمال ہوئے ہیں ۔اس سے پورے رکوع کا مقصد نزول مجروح ہوتا ہے ۔کون کہہ سکتا ہے کہ مولانا کا یہ اضطراب قلم اس لیے ہو کہ انھیں ہاتھوں سے حکومت برطانیہ کی قانون تعزیرات ۔آمدنی اور شہادت کے قوانین کا اردو ترجمہ بھی ہوا ہے اور یہ معلوم ہے کہ اسلامی تعزیرات کو انگریزوں نے ۱۸۳۲ء ہی میں منسوخ کر دیا تھا اور ۱۸۶۲ء میں تو منصب قضا بھی کالعدم قرار دے دیا گیا تھا۔

(۳) سورہ الانفال کی آیت نمبر ۳۹ اور اس کا ترجمہ ملاحظہ ہو ۔ وقاتلوھم حتی لاتکون فتنۃ ویکون الدین کلہ للہ (الانفال۔۳۹) اور (مسلمانو) کافروں سے لڑتے رہو یہاں تک کہ فساد (نام ونشان کو باقی) نہ رہے اور دہائی ساری خدا ہی کی ہو" یہاں لفظ دین کا ترجمہ ڈپٹی صاحب نے لفظ "دہائی" سے کیا ہے ۔یہ دین کی بالکل غلط تصویر ہے ۔ دین ایک ناقابل تقسیم وحدت

(Indivisible entity) اور اپنی وسعت فکر قرآنی میں ناقابل ترجمہ لفظ ہے۔ لفظ "دہائی" سے دین کی کوئی تصویر نہیں بنتی یہاں یہ ترجمہ گمراہ کن ہے۔ مولانا مودودیؒ نے اس آیت کا ترجمہ کیا ہے "اے ایمان والو! ان کافروں سے جنگ کرو یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے اور دین پورے کا پورا اللہ کے لیے ہو جائے"۔

(۴) ایسے ہی سورہ التوبہ کی آیت نمبر ۲۹ میں ولا یدینون دین الحق کا فقرہ استعمال ہوا ہے اس کا ترجمہ ڈپٹی صاحب نے کیا ہے "اور نہ دین حق کو تسلیم کرتے ہیں"۔ مولانا آزادؒ نے اس فقرے کا ترجمہ کیا ہے "اور نہ سچے دین پر عمل پیرا ہیں"۔ ان دونوں ترجموں سے ولا یدینون کے مفہوم کی پوری عکاسی نہیں ہوتی۔ مولانا مودودیؒ نے اس کا ترجمہ کیا ہے "اور دین حق کو اپنا دین نہیں بناتے"۔ یہ ترجمہ ولا یدینون کے مکمل مفہوم کو ادا کرتا ہے کیونکہ اس سے دین کی مطلوبہ تخصیص پیدا ہو جاتی ہے۔

بہر حال ڈپٹی صاحب نے ترجمہ قرآن میں جان بوجھ کر کوئی خیانت نہیں کی ہے یہ تو روح عم تھی جس کا انھیں تتبع کرنا تھا۔ ہاں بہت سے دیگر مترجمین قرآن اس تسامح سے پاک رہے۔ اس کے اسباب پر ہم انشاءاللہ ڈپٹی صاحب کے ترجمہ کی عدم مقبولیت کے ذیل میں گفتگو کریں گے۔

ترجمۂ غرائب القرآن کا تقابلی مطالعہ

اب ہم ڈپٹی صاحب کے ترجمۂ قرآن سے دس آیتیں یا ان کے اجزا منتخب کرتے ہیں اور تقابل کے طور پر شروع سے اب تک کے مشہور اور متداول تراجم قرآن کے ترجمے بھی درج کرتے ہیں۔ اس سے ناظرین کو فیصلہ کرنے میں آسانی ہوگی کہ اپنے دور تک کے ترجموں میں نیز اب تک کے ترجموں میں ڈپٹی صاحب کے ترجمہ کا کیا مقام ہے۔ اس لیے ہم اپنی رائے مقالہ کے آخر میں درج کریں گے۔

جو آیتیں یا آیتوں کے ٹکڑے اس مقصد کے لیے منتخب کیے گئے ہیں۔ وہ ڈپٹی صاحب کی مخصوص زبان اور محاوروں کے استعمال کا بھی نمونہ ہے۔ اس تقابلی مطالعہ میں مولانا عبدالماجد دریابادیؒ کا ترجمۂ ماجدی بھی شامل ہے جو ان کے مرشد مولانا شاہ اشرف علی تھانویؒ کے ترجمہ کی بازگشت ہے[۳۱] اور شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب دیوبندی کا ترجمہ بھی ہے جو تمام مترجمین کے پیش رو شاہ عبدالقادرؒ کے ترجمہ کی تحسین ہے[۳۲] شیخ الہند کے ترجمہ سے یہ بھی معلوم

ہوتا ہے کہ شاہ عبدالقادرؒ صاحب ۱۷۹۰ء اور شیخ الہند ۱۹۲۳ء کے درمیانی وقفہ یعنی ایک سو تینتیس (۱۳۳) سال میں شاہ صاحب کی زبان کس قدر قابل اصلاح ہوئی تھی اور کیا سبب ہے کہ شاہ صاحب کے ترجمہ کی مقبولیت میں آج تک کوئی کمی نہیں آئی۔

اس ترجمہ میں اہل سنت کے تمام مکاتب فکر کے علماء کے ترجمے شامل ہیں ہو سکتا ہے کہ ان میں ایسے بھی ہوں جن کے ترجمے کے بعض اجزا پر اعتراضات بھی وارد ہوتے ہوں۔ لیکن چونکہ ہمیں محاکمہ ڈپٹی صاحب کے ترجمہ کا کرنا ہے ان کا نہیں اس لیے ان کی شمولیت اس تقابلی مطالعہ میں ضروری سمجھی گئی۔

ترجموں کی ترتیب تاریخ اشاعت کے اعتبار سے رکھی گئی ہے تاکہ ارتقا ر زبان کی رفتار کا بھی اندازہ ہو سکے۔ اس سے مستثنیٰ صرف شاہ عبدالقادرؒ اور شاہ رفیع الدینؒ صاحبان ہیں۔ ترجمہ رفیعی اگرچہ ترجمہ موضح القرآن کے بعد شائع ہوا ہے لیکن ترتیب میں اولیت اسے اس لیے دی گئی ہے کہ واحد ترجمہ تحت لفظ ہے۔ احمد رضا خاں بریلوی کے ترجمہ کی اولین تاریخ اشاعت کا علم نہیں ہو سکا لیکن اتنا معلوم ہے کہ یہ شیخ الہند کے ترجمہ کے بعد ہی شائع ہوا، اس لیے اس کو اسی ترتیب میں رکھا گیا ہے۔

(۱) ضربت علیہم الذلۃ والمسکنۃ (البقرہ - ۶۱) — طبع اوّل

۱۔ شاہ رفیع الدین صاحب۔ اور ماری گئی اوپر ان کے ذلت اور فقیری — ۱۸۳۸ء

۲۔ شاہ عبدالقادر صاحب۔ اور ڈالی گئی ان پر ذلت اور محتاجی — ۱۸۲۹ء

۳۔ مولانا ثناء اللہ امرتسری۔ اور ان پر ذلت اور محتاجی ڈالی گئی — ۱۸۹۵ء

۴۔ ڈپٹی نذیر احمد۔ ان پر ذلت اور محتاجی لیس دی گئی — ۱۸۹۵ء

۵۔ فتح محمد جالندھری۔ اور (آخرکار) ذلت (و رسوائی) اور محتاجی (و بے نوائی) ان سے چمٹا دی گئی۔ — ۱۹۰۰ء

۶۔ وحید الزماں۔ اور ذلت اور محتاجی ان کے اوپر ڈال دی گئی — ۱۹۰۵ء

۷۔ اشرف علی تھانویؒ۔ اور جم گئی ان پر ذلت اور پستی — ۱۹۰۸ء

۸۔ محمود الحسن شیخ الہند۔ اور گرائی گئی ان پر ذلت اور محتاجگی — ۱۹۲۳ء

۹۔ احمد رضا خاں بریلوی۔ اور ان پر مقرر کر دی گئی خواری و ناداری (تاریخ تکمیل) ۱۹۱۱ء

۱۰۔ ابوالکلام آزاد۔ بہرحال بنی اسرائیل پر خواری و نامرادی کی مار پڑی — ۱۹۳۱ء

۱۱۔ ابوالاعلیٰ مودودی۔ ذلت وخواری اور پستی وبدحالی ان پر مسلط ہوگئی ۱۹۴۹ء
۱۲۔ عبدالماجد دریابادی۔ اور ان پر جمادی گئی ذلت اور محتاجی ۱۹۵۲ء

(۲) وَإِنَّ مِنْهَا لَمَا يَشَّقَّقُ فَيَخْرُجُ مِنْهُ الْمَاءُ (البقرہ:۷۴)

۱۔ رفیع الدین۔ اور تحقیق ان میں سے البتہ وہ ہے کہ پھٹ جاتا ہے اور نکلتا ہے اس میں سے پانی۔
۲۔ عبدالقادر۔ اور ان میں تو وہ بھی ہیں جو پھٹتے ہیں اور نکلتا ہے ان سے پانی۔
۳۔ ثناء اللہ۔ بعض ایسے ہیں جو پھٹ جاتے ہیں پھر ان سے پانی نکل آتا ہے۔
۴۔ نذیر احمد۔ اور بعض پتھر ایسے بھی ہوتے ہیں جو پھٹ جاتے ہیں اور ان سے پانی جھرتا ہے۔
۵۔ فتح محمد۔ اور بعضے (پتھر) ایسے ہوتے ہیں کہ پھٹ جاتے ہیں اور ان سے پانی نکلنے لگتا ہے۔
۶۔ وحیدالزماں۔ بعضا (پتھر) پھٹ جاتا ہے اس میں سے پانی جھرتا ہے (رستا ہے)
۷۔ اشرف علی تھانوی۔ اور انھیں پتھروں میں سے بعض ایسے ہیں کہ جو شق ہو جاتے ہیں پھر ان سے (اگر زیادہ نہیں تو تھوڑا ہی) پانی نکل آتا ہے۔
۸۔ شیخ الہند۔ اور ان میں ایسے بھی ہیں جو پھٹ جاتے ہیں اور نکلتا ہے ان سے پانی۔
۹۔ بریلوی۔ اور کچھ وہ ہیں جو پھٹ جاتے ہیں تو ان سے پانی نکلتا ہے۔
۱۰۔ آزاد۔ اور انھیں پتھروں میں ایسی چٹانیں بھی ہیں جو شق ہو کر دو ٹکڑے ہو جاتی ہیں اور ان میں سے پانی اپنی راہ نکال لیتا ہے۔
۱۱۔ مودودی۔ (کیونکہ پتھروں میں سے) کوئی پھٹتا ہے اور اس میں سے پانی نکل آتا ہے۔
۱۲۔ ماجدی۔ اور کوئی ان میں ایسا بھی ہوتا ہے کہ پھٹ جاتا ہے اور اس میں سے پانی نکلتا ہے۔

(۳) وَإِنْ يَأْتُوكُمْ أُسَارَىٰ تُفَادُوهُمْ وَهُوَ مُحَرَّمٌ عَلَيْكُمْ إِخْرَاجُهُمْ (البقرہ:۸۵)

۱۔ رفیعی۔ اور اگر آتے ہیں تمہارے بندی والے ہو کر بدلے دے چھڑاتے ہو ان کو اور وہ حرام ہے اوپر تمہارے نکال دینا ان کا۔
۲۔ موضح۔ اور اگر وہی آویں تم پاس کسی کے قید میں پڑے تو ان کی چھڑا دیتے ہو اور وہ بھی حرام ہے تم پر ان کا نکال دینا۔
۳۔ ثنائی۔ اور اگر وہ تمہارے پاس قیدی ہو کر آئیں تو بدلہ دے کر ان کو چھڑا لیتے ہو حالانکہ ان کا نکالنا بھی تم پر حرام ہے۔
۴۔ نذیر احمد۔ اگر (کہیں) قید ہو کر تمہارے پاس (مدد مانگنے کو) آئیں تو تم چنٹی بھر کر انھیں چھڑا لیتے ہو حالانکہ (سرے سے) ان کا نکال دینا ہی تم کو روا نہ تھا۔

۵۔ فتح الحمید ۔ اور اگر وہ تمہارے پاس آئیں تو بدلہ لے کر ان کو چھڑا بھی لیتے ہو۔ حالانکہ ان کا نکال دینا ہی تم کو حرام تھا۔

۶۔ وحیدی ۔ پھر جن لوگوں کا دیس نکالا کرتے ہو اگر وہ قید ہو کر تمہارے پاس آئیں تو تم چھڑائی (فدیہ) بھر کر ان کو چھڑا لیتے ہو۔

۷۔ تھانوی ۔ اور ان لوگوں میں سے کوئی اگر گرفتار ہو کر تم تک پہنچ جاتا ہے تو ایسوں کو کچھ خرچ کر کر رہا کرا دیتے ہو حالانکہ یہ بات (بھی معلوم ہے) کہ تم کو ان کا ترک وطن کرا دینا نیز ممنوع کیا۔

۸۔ شیخ الہند ۔ اور اگر وہی آویں تمہارے پاس کسی کے قیدی ہو کر تو ان کا بدلہ دے کر چھڑاتے ہو حالانکہ حرام ہے تم پر ان کا نکال دینا بھی۔

۹۔ بریلوی ۔ اور اگر وہ قیدی ہو کر تمہارے پاس آئیں تو بدلا دیکر چھڑا لاتے ہو اور ان کا نکالنا تم پر حرام ہے۔

۱۰۔ آزاد ۔ پھر جب ایسا ہوتا ہے کہ تمہارے جلاوطن کیے ہوئے آدمی (دشمنوں کے ہاتھ پڑ جاتے ہیں اور) قیدی ہو کر تمہارے سامنے آتے ہیں تو تم فدیہ دے کر چھڑا لیتے ہو (اور کہتے ہو: شریعت کی رو سے ایسا کرنا ضروری ہے) حالانکہ (اگر شریعت کے حکموں کا تمہیں اتنا ہی پاس ہے تو شریعت کی رو سے تو) یہی بات حرام تھی کہ انھیں ان کے گھروں اور بستیوں سے جلاوطن کر دو (پھر یہ گمراہی کی کیسی انتہا ہے کہ قیدیوں کو چھڑانے اور ان کے فدیے کے لیے مال جمع کرنے میں تو شریعت یاد آجاتی ہے لیکن اُس ظلم و معصیت کے وقت یاد نہیں آتی جس کی وجہ سے وہ دشمنوں کے ہاتھ پڑے اور قید ہوئے)

۱۱۔ مودودیؒ ۔ اور جب وہ لڑائی میں پکڑے ہوئے تمہارے پاس آتے ہیں تو ان کی رہائی کے لیے فدیہ کا لین دین کرتے حالانکہ انھیں ان کے گھروں سے نکالنا ہی حرام تھا۔

۱۲۔ ماجدی ۔ اور اگر تم تک اسیر ہو کر پہنچ جاتے ہیں۔ تو تم انھیں فدیہ دے کر چھڑا لیتے ہو۔ حالانکہ (ان کا) وطن سے نکالنا ہی تم پر حرام تھا۔

(۴) فَمَآ اَصْبَرَهُمْ عَلَى النَّارِ (البقرہ - ۱۷۵)

۱۔ رفیعی ۔ کیا صبر کرتے ہیں وہ اوپر آگ کے۔

۲۔ موضح ۔ سو کیا سہار ہے ان کو آگ کی۔
۳۔ ثنائیؒ ۔ پس کیسے صابر ہیں آگ پر۔
۴۔ نذیر احمد ۔ پس ان کی آتش (دوزخ) کی سہار (بھی) غضب کی (سہار) ہے۔
۵۔ فتح الحمید ۔ یہ (آتش) جہنم کی کیسی برداشت کرنے والے ہیں۔
۶۔ وحیدی ۔ (دوزخ کی) آگ پر صبر کرنا انہی کا کام ہے۔
۷۔ تھانوی ۔ سو وہ دوزخ کے لیے کیسے باہمت ہیں۔
۸۔ شیخ الہند ۔ سو کس قدر صبر کرنے والے ہیں وہ دوزخ پر۔
۹۔ بریلوی ۔ تو کس درجہ انھیں آگ کی سہار ہے۔
۱۰۔ آزاد ۔ تو (برائی کی راہ میں ان کا حوصلہ کیا ہی عجیب حوصلہ ہے اور) جہنم کی آگ کے لیے ان کی برداشت کیسی سخت برداشت ہے۔
۱۱۔ مودودی ۔ کیسا عجیب ہے ان کا حوصلہ کہ جہنم کا عذاب برداشت کرنے کے لیے تیار ہیں۔
۱۲۔ ماجدی ۔ اور یہ لوگ کیسی جیوٹ رکھتے ہیں دوزخ کے لیے۔

(۵) وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا ۚ وَالصّٰبِرِيْنَ فِى الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ ۗ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا ۗ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ○ (البقرہ)

۱۔ رفیع ۔ اور پورا کرنے والے عہد اپنے کو جب عہد کریں اور صبر کرنے والے بیچ فقر کے اور بیماری کے اور وقت لڑائی کے۔ یہ لوگ ہیں جنھوں نے سچ بولا اور یہ لوگ وہی ہیں پرہیزگار۔
۲۔ موضح ۔ اور پورا کرنے والے اپنے قرار کو جب قول کریں اور ٹھہرنے والے سختی میں اور تکلیف میں اور وقت لڑائی کے وہی لوگ ہیں جو سچے ہوئے اور وہی بچاؤ میں آتے۔
۳۔ ثنائیؒ ۔ اور جب کبھی وعدہ کرتے ہیں تو پورا کرتے ہیں اور سختیوں اور بیماریوں میں اور جہاد کے وقت میں صابر رہتے ہیں یہی لوگ سچے ہیں اور یہی لوگ (خدا سے) ڈرنے والے ہیں۔
۴۔ نذیر احمد ۔ اور (جب کسی بات کا) اقرار کر لیا تو اپنے قول کے پورے اور تنگی میں

اور تکلیف میں اور لڑائی کے وقت میں ثابت قدم رہے یہی لوگ ہیں جو (دعوئ
اسلام میں) سچے نکلے اور یہی ہیں (جن کو) پرہیزگار (کہنا چاہئے)۔

۵۔ فتح الحمید۔ اور جب عہد کریں تو اس کو پورا کریں اور سختی تکلیف میں اور (معرکۂ) کارزار کے وقت ثابت قدم رہیں۔ یہی لوگ ہیں جو (ایمان میں) سچے ہیں اور یہی ہیں جو (خدا سے) ڈرنے والے ہیں۔

۶۔ وحیدی۔ اور جب (خدا کے بندوں سے) کوئی اقرار کیا تو اس کو پورا کیا۔ اور سختی اور تکلیف اور لڑائی میں صبر کیا یہی لوگ (ایمان و اسلام کے دعوی میں) سچے ہیں۔ اور یہی پرہیزگار ہیں۔

۷۔ تھانوی۔ اور جو اشخاص (ان عقائد و اعمال کے ساتھ یہ اخلاق بھی رکھتے ہوں کہ) اپنے عہدوں کو پورا کرنے والے ہوں جب عہد کریں اور وہ لوگ مستقل رہنے والے ہوں تنگدستی میں اور بیماری میں اور قتال میں۔ یہ لوگ جو سچے (کمال کے ساتھ موصوف) ہیں اور یہی لوگ ہیں جو (سچے) متقی (کہے جا سکتے) ہیں۔

۸۔ شیخ الہند۔ اور پورا کرنے والے اپنے اقرار کو جب عہد کریں۔ اور صبر کرنے والے سختی میں اور تکلیف میں اور لڑائی کے وقت۔ یہی لوگ ہیں سچے اور یہی ہیں پرہیزگار۔

۹۔ بریلوی۔ اور اپنا قول پورا کرنے والے جب عہد کریں اور صبر کرنے والے مصیبت اور سختی میں اور جہاد کے وقت یہی ہیں جنھوں نے اپنی بات سچی کی۔ اور یہی پرہیزگار ہیں۔

۱۰۔ آزاد۔ اپنی بات کے پکے ہوتے ہیں۔ جب قول و قرار کر لیتے ہیں تو اسے پورا کر کے رہتے ہیں۔ تنگی و مصیبت کی گھڑی ہو یا خوف و ہراس کا وقت ہر حال میں صبر کرنے والے (اور اپنی راہ میں ثابت قدم) ہوتے ہیں۔ تو بلاشبہ ایسے ہی لوگ ہیں جو نیکی کی راہ میں سچے ہوئے اور یہی ہیں جو برائیوں سے بچنے والے انسان ہیں۔

۱۱۔ مودودی۔ اور نیک وہ ہیں کہ جب عہد کریں تو اسے وفا کریں اور تنگی و مصیبت کے وقت میں اور حق و باطل کی جنگ میں صبر کریں۔ یہ ہیں راستباز لوگ۔ اور یہی لوگ متقی ہیں۔

۱۲۔ماجدی۔اور اپنے دعووں کو پورا کرنے والے جب کہ وعدہ کر چکے ہوں اور تنگی میں اور بیماری میں اور لڑائی کے وقت صبر کرنے والے یہی لوگ ہیں جو سچے اترتے ہیں اور یہی لوگ متقی ہیں۔

(۶) وَاِذَا تَوَلّٰى سَعٰى فِى الْاَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيْهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ ۗ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ ○ (البقرہ: ۲۰۵)

۱۔رفیعی۔ اور جب حاکم ہوتا ہے کوشش کرتا ہے بیچ زمین کے تو کہ فساد کرے بیچ اس کے اور ہلاک کرے کھیتی کو اور جانوروں کو اور اللہ تعالیٰ نہیں دوست رکھتا فساد کو۔

۲۔موضح۔اور جب پیٹھ پھیرے دوڑتا پھرے ملک میں کہ اس میں ویرانی کرے اور ہلاک کرے کھیتیاں اور جانیں اور اللہ خوش نہیں رکھتا فساد کرنا۔

۳۔ثنائی۔اور جب پھر جاتا ہے تو زمین میں تگ ودو کرتا ہے کہ اس میں فساد پھیلائے اور کھیتوں کو برباد کرے۔اور چارپایوں کی نسل کو مار دے۔اللہ فساد کو پسند نہیں کرتا۔

۴۔نذیر احمد۔اور جب تمہارے پاس سے لوٹ کر جائے تو ملک کو کھوندمارے تاکہ اس میں فساد پھیلائے اور کھیتی باڑی کو اور (آدمیوں اور جانوروں کی) نسل کو تباہ کرے۔اور اللہ تعالیٰ فساد کو پسند نہیں کرتا۔

۵۔فتح الحمید۔اور جب پیٹھ پھیر کر چلا جاتا ہے۔تو زمین میں دوڑتا پھرتا ہے تاکہ اس میں فتنہ انگیزی کرے اور کھیتی کو (برباد) اور (انسانوں اور حیوانوں کی) نسل کو نابود کر دے۔اور خدا فتنہ انگیزی کو پسند نہیں کرتا۔

۶۔وحیدی۔جب لوٹ کر جاتا ہے (یا اس کو حکومت ملتی ہے) تو زمین میں دھند مچانے کی کوشش کرتا ہے (یعنی فساد کرنے کی) اور کھیتیاں اور جانیں برباد کرتا ہے اور اللہ فساد کو پسند نہیں کرتا۔

۷۔تھانوی۔اور جب پیٹھ پھیرتا ہے تو اس دوڑ دھوپ میں پھرتا رہتا ہے کہ شہر میں فساد کر دے اور (کسی کے) کھیت یا مواشی کو تلف کر دے اور اللہ تعالیٰ فساد کو پسند نہیں فرماتے۔

۸۔شیخ الہند۔اور جب پھرے تیرے پاس سے تو دوڑتا پھرے ملک میں تاکہ اس میں خرابی ڈالے اور تباہ کرے کھیتیاں اور جانیں۔اور اللہ ناپسند کرتا ہے فساد کو۔

۹۔ بریلوی۔ اور جب پیٹھ پھیرے تو زمین میں فساد ڈالتا پھرے اور کھیتی اور جانیں تباہ کرے اور اللہ فساد سے راضی نہیں۔

۱۰۔ آزاد۔ اور جب انھیں حکومت مل جاتی ہے تو ان کی تمام سرگرمیاں ملک میں اس لیے ہوتی ہیں تاکہ خرابی پھیلائیں اور انسان کی زراعت اور محنت کے نتیجوں کو اور اس کی نسل کو ہلاک کردیں حالانکہ اللہ یہ کبھی پسند نہیں کرسکتا کہ (زندگی و آبادی کی جگہ) ویرانی و خرابی پھیلائی جائے۔

۱۱۔ مودودی۔ جب اسے اقتدار حاصل ہوجاتا ہے تو زمین میں اس کی ساری دوڑ دھوپ اس لیے ہوتی ہے کہ فساد پھیلائے۔ کھیتوں کو غارت کرے اور نسل انسانی کو تباہ کرے۔ حالانکہ اللہ (جسے وہ گواہ بنا رہا تھا) فساد کو پسند نہیں کرتا۔

۱۲۔ ماجدی۔ اور جب پیٹھ پھیر جاتا ہے تو اس دوڑ دھوپ میں رہتا ہے کہ زمین پر فساد کرے اور کھیتی اور جانوروں کو تلف کرے درانحالیکہ اللہ فساد کو (بالکل) پسند نہیں کرتا۔

(۷) رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌ ۢ بَعْدَ الرُّسُلِ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ۝ (النساء:۱۶۵)

---

(۱) رفیع۔ بھیجے ہم نے پیغمبر خوشخبری دینے والے اور ڈرانے والے تاکہ نہ ہو واسطے لوگوں کے اوپر اللہ کے الزام پیچھے پیغمبروں کے اور ہے اللہ تعالیٰ غالب حکمت والا۔

(۲) موضح۔ بھیجے کتنے رسول خوشی اور ڈر سنانے والے تا نہ رہے لوگوں کو اللہ پر الزام کی جگہ رسولوں کے بعد اور اللہ زبردست ہے حکمت والا۔

۳۔ ثنائی۔ ہم رسول بھیجتے رہے جو خوشخبری سناتے اور عذاب سے ڈراتے تاکہ بعد آنے رسولوں کے لوگوں کا اللہ پر کوئی عذر باقی نہ رہے۔

۴۔ نذیر احمد۔ پیغمبر (نیکوں کو جنت کی) خوشخبری دینے والے اور (بدوں کو عذاب خدا سے) ڈرانے والے (تھے) تاکہ پیغمبروں کے آئے پیچھے لوگوں کو خدا پر (کسی طرح کا) جھدا* (رکھنے کا موقع باقی) نہ رہے اور خدا غالب (اور) حکمت والا ہے۔

۵۔ فتح الحمید۔ (سب) پیغمبروں کو خدا نے خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والے (بناکر

---

* ہندی میں الزام کو کہتے ہیں (حاشیہ غرائب)

بھیجا تھا) تاکہ پیغمبروں کے آنے بعد لوگوں کو خدا پر الزام کا موقع نہ رہے اور خدا غالب حکمت والا ہے۔

۶۔ وحیدی۔ ہم نے یہ سب پیغمبر جو خوشی سنانے والے تھے (نیکوں کو) اور ڈرانے والے تھے (بدکاروں کو) اس لیے بھیجے کہ پیغمبروں کے آجانے کے بعد پھر کوئی عذر لوگوں کو اللہ کے ساتھ باقی نہ رہے۔ اور اللہ زبردست ہے حکمت والا۔

۷۔ تھانوی۔ ان سب کو خوشخبری دینے والے اور خوف سنانے والے پیغمبر بنا کر اس لیے بھیجا تاکہ لوگوں کے پاس اللہ تعالیٰ کے سامنے ان پیغمبروں کے بعد کوئی عذر باقی نہ رہے۔ اور اللہ تعالیٰ پورے زور والے ہیں بڑی حکمت والے ہیں۔

۸۔ شیخ الہند۔ بھیجے پیغمبر خوشخبری اور ڈر سنانے والے تاکہ باقی نہ رہے لوگوں کو اللہ پر الزام کا موقع رسولوں کے بعد اور اللہ زبردست ہے حکمت والا۔

۹۔ بریلوی۔ رسول خوشخبری دیتے اور ڈر سناتے کہ رسولوں کے بعد اللہ کے یہاں لوگوں کو کوئی عذر نہ رہے۔ اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔

۱۰۔ آزاد۔ یہ تمام رسول (خدا پرستی اور نیک عمل کے نتائج کی) خوشخبری دینے والے اور (انکار حق کے نتائج سے) متنبہ کرنے والے تھے (اور اس لیے بھیجے گئے تھے) کہ ان کے آنے (اور نیک و بد بتلانے) کے بعد لوگوں کے پاس کوئی حجت باقی نہ رہے جو وہ خدا کے حضور پیش کر سکیں (یعنی یہ عذر کر سکیں کہ ہمیں راہ حق کسی نے نہیں دکھلائی تھی) اور خدا (اپنے کاموں میں) سب پر غالب (اور اپنے تمام کاموں میں) حکمت رکھنے والا ہے۔

۱۱۔ مودودی۔ یہ سارے رسول خوشخبری دینے والے اور ڈرانے والے بنا کر بھیجے گئے تھے۔ تاکہ ان کو مبعوث کر دینے کے بعد لوگوں کے پاس اللہ کے مقابلہ میں کوئی حجت نہ رہے۔ اور اللہ بہرحال غالب رہنے والا اور حکیم و دانا ہے۔

۱۲۔ ماجدی۔ اور پیمبروں کو (ہم نے بھیجا) خوشخبری سنانے والے اور ڈرانے والے (بنا کر) تاکہ لوگوں کو پیمبروں کے (آنے کے) بعد اللہ کے سامنے عذر نہ باقی رہ جائے اور اللہ تو ہے ہی بڑا زبردست بڑا حکمت والا۔

(۸) فَكُلًّا اَخَذْنَا بِذَنْۢبِهٖ۔ (العنکبوت۔ ۴۰)

۱۔ رفیعی۔ پس ہر ایک کو پکڑا ہم نے ساتھ گناہوں اس کے کے۔
۲۔ موضح۔ پھر سب کو پکڑا ہم نے اپنے اپنے گناہ پر۔
۳۔ ثنائیؒ۔ پس ہم نے ان سب کو گناہوں پر مواخذہ کیا۔
۴۔ نذیر احمد۔ تو ہم نے سب کو ان کے گناہ (کی سزا) میں دھر پکڑا۔
۵۔ فتح الحمید۔ تو ہم نے سب کو ان کے گناہوں کے سبب پکڑ لیا۔
۶۔ وحیدی۔ تو ہم نے (ان لوگوں سے جن کا ذکر اوپر ہوا) ہر ایک کو اس کے قصور کی سزا میں پکڑ لیا۔
۷۔ تھانوی۔ تو ہم نے ہر ایک کو اس کے گناہ کی سزا میں پکڑ لیا۔
۸۔ شیخ الہند۔ پھر سب کو پکڑا ہم نے اپنے اپنے گناہ پر۔
۹۔ بریلوی۔ تو انھیں ہر ایک کو ہم نے اس کے گناہ پر پکڑا۔
۱۰۔ آزاد۔ ترجمہ نہیں ہے۔
۱۱۔ مودودی۔ آخر کار ہر ایک کو ہم نے اس کے گناہ پر پکڑا۔
۱۲۔ ماجدی۔ سو ہم نے (ان میں سے) ہر ایک کو اس کے گناہ کی پاداش میں پکڑ لیا۔

(۹) فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ (الصّٰفّٰت: ۵۰)

۱۔ رفیعی۔ پھر منہ کریں گے بعضے ان کے اوپر بعض کے سوال کرتے ہوئے۔
۲۔ موضح۔ پھر منہ کیا ایک نے دوسرے کی طرف لگے پوچھنے۔
۳۔ ثنائیؒ۔ اہل جنت ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر پوچھیں گے۔
۴۔ نذیر احمد۔ اور ایک کی طرف ایک متوجہ (اور مخاطب) ہو کر پوچھا پاچھی کرے گا۔
۵۔ فتح الحمید۔ پھر وہ ایک دوسرے کی طرف رخ کر کے سوال (وجواب) کریں گے۔
۶۔ وحیدی۔ پھر وہ (بہشتی لوگ) ایک دوسرے کی طرف منہ کر کے پوچھا پاچھی کریں گے۔
۷۔ تھانوی۔ پھر ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر بات چیت کریں گے۔
۸۔ شیخ الہند۔ پھر منہ کیا ایک نے دوسرے کی طرف لگے پوچھنے۔
۹۔ بریلوی۔ تو ان میں ایک نے دوسرے کی طرف منہ کیا پوچھتے ہوئے۔
۱۰۔ آزاد۔ ترجمہ نہیں ہے۔
۱۱۔ مودودی۔ اس کے بعد یہ ایک دوسرے کی طرف مڑیں گے اور باہم تکرار شروع

کردیں گے۔

۱۲۔ ماجدی۔ پھر ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر بات چیت کریں گے۔

(۱۰) وَقَالَ نُوحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكَافِرِينَ دَيَّارًا (نوح:۲۶)

۱۔ رفیع۔ اور کہا نوح نے اے رب میرے مت چھوڑ اوپر زمین کے کافروں میں بسنے والا۔

۲۔ موضح۔ اور کہا نوح نے اے رب نہ چھوڑیو زمین پر منکروں کا ایک گھر بسنے والا مقرر۔

۳۔ ثنائی۔ اور نوح نے کہا اے میرے پروردگار ان میں سے کسی آباد گھر کو نہ چھوڑ۔

۴۔ نذیر احمد۔ اور نوح نے (ان کے حق میں یہ بھی بد) دعا کی کہ اے میرے پروردگار (ان) کافروں میں سے (کسی متنفس کو بھی زندہ) نہ چھوڑ (کہ) روئے زمین پر رستا بستا (نظر آئے)

۵۔ فتح الحمید۔ اور (پھر) نوح نے (یہ) دعا کی کہ میرے پروردگار کسی کافر کو روئے زمین پر بسا نہ رہنے دے۔

۶۔ وحیدی۔ اور نوح نے (یہ بھی بد) دعا کی مالک میرے زمین پر ان کافروں میں سے ایک چلنے والا (یا بسنے والا) بھی نہ چھوڑ۔

۷۔ تھانوی۔ اور نوح (علیہ السلام) نے (یہ بھی) کہا کہ اے میرے پروردگار کافروں میں سے زمین پر ایک باشندہ بھی مت چھوڑ۔

۸۔ شیخ الہند۔ اور کہا نوح نے اے رب نہ چھوڑیو زمین پر منکروں کا ایک گھر بسنے والا۔

۹۔ بریلوی۔ اور نوح نے عرض کی اے میرے رب زمین پر کافروں میں سے کوئی بسنے والا نہ چھوڑ۔

۱۰۔ آزاد۔ ترجمہ نہیں ہے۔

۱۱۔ مودودی۔ اور نوح نے کہا "میرے رب۔ ان کافروں میں سے کوئی زمین پر بسنے والا نہ چھوڑ۔

۱۲۔ ماجدی۔ اور نوح نے یہ بھی عرض کی کہ اے میرے پروردگار زمین پر کافروں میں سے ایک باشندہ بھی (جیتا) مت چھوڑ۔

۱۴۔ مطالب قرآن کی فہرست

ڈپٹی صاحبؒ نے بے شمار عنوانات کے تحت مضامینِ قرآن کی ایک مفصل فہرست

بھی نہایت عرق ریزی سے تیار کرکے اپنے ترجمہ قرآن کی ابتدا میں منسلک کی ہے۔ ڈپٹی صاحب کی تحریر کے مطابق لوگوں کے مطالبہ پر یہ فہرست بعد میں شامل کی گئی ہے۔ بعض لوگوں نے اسے ترجمہ غرائب القرآن کی خصوصی انفرادیت قرار دیا ہے۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ ڈپٹی صاحب اس میدان میں تنہا نہیں ہیں۔ مولانا وحید الزماں خاں صاحب حیدر آبادی نے بھی اپنے ترجمہ موضحۃ الفرقان و تفسیر وحیدی میں جو غرائب القرآن کے صرف چھ سال بعد ۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء میں طبع ہوئی فہرست مضامین شامل کی ہے۔ ممکن ہے اس وقت تک غرائب القرآن میں یہ فہرست نہ رہی ہو۔ مولانا وحید الزماں صاحب کی ایک اور تصنیف موسومہ "تبویب القرآن" جو ابواب قرآنی باعتبار مضامین پر مشتمل ہے۔ راقم الحروف کے کتب خانہ واقع لال گوپال گنج (الہ آباد) میں موجود ہے۔ مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی نے بھی اپنے ترجمہ کنز الایمان میں ایسی ہی فہرست منسلک کی ہے۔ مولانا ابو الکلام آزاد نے فہرست مضامین تو شائع نہیں کی لیکن اپنے ترجمہ و تفسیر قرآن موسومہ ترجمان القرآن کی ہر جلد کی ابتدا میں ہر آیت کا عنوان درج کر دیا ہے۔ اس سے قرآنی ترتیب کے ساتھ آیتیں نکالنے میں سہولت ہوتی ہے۔ مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودیؒ نے تفسیر تفہیم القرآن کی ہر جلد کے آخر میں اس جلد کے تمام مضامین کی فہرست باعتبار حروف تہجی شامل کی ہے۔ چونکہ انڈکس یا اشاریہ تیار کرنے کا یہ جدید ترین طریقہ ہے اس لیے اس سے مضامین قرآنی بحوالہ تفہیم القرآن نکالنے میں بہت سہولت ہوتی ہے۔ تلخیص تفہیم القرآن میں جسے مولانا صدر الدین اصلاحی صاحب نے ترتیب دیا ہے۔ پورے تلخیص تفہیم القرآن کا اشاریہ (INDEX) باعتبار حروف تہجی شامل ہے۔ تفہیم القرآن کی ہر شش جلدوں کا مجموعی اشاریہ "فہرست موضوعات قرآنی" کے نام سے الگ سے بھی شائع ہو چکا ہے۔

علوم قرآنی پر ہر دور میں جو کام ہوتا رہا ہے اور پورے استمرار سے آج تک جاری ہے اس کی روشنی میں قرآن کا کوئی کام کسی زمانہ میں دراصل نیا نہیں ہوتا۔ ہم نے یہ مختصر تفصیل جو ابھی پیش کی ہے وہ صرف اس لیے ہے کہ یہ مغالطہ دور ہو جائے کہ ڈپٹی صاحب اس خدمت قرآنی میں منفرد ہیں۔

۲۵۔ "مطالب القرآن" کا جائزہ

ڈپٹی صاحب کی فہرست مضامین مشمولہ ترجمہ غرائب القرآن بھی کافی مفصل ہے۔ اور حمائل شریف کے سہ کالمی ۵۶ صفحات کو محیط ہے۔ لیکن یقین ہے کہ ڈپٹی صاحب اس فہرست

کو کافی نہیں سمجھتے تھے اور تقریب القرآن (وحیدی) کے نہج پر ایک اور مفصل تصنیف ضروری سمجھتے تھے۔ چنانچہ انھوں نے "مطالب القرآن" کے نام سے یہ کام شروع بھی کر دیا تھا۔ جو چھ حصوں میں مکمل ہوتا۔ لیکن اس کا صرف ایک حصہ ہی تیار ہو سکا جو ۱۹۱۸ء میں ان کے اپنے ذاتی مطبع موسومہ شمسی پریس سے ان کے صاحبزادہ بشیر احمد نے شائع کیا تھا۔ عنوانات کی تقسیم جلد واریوں تھی۔

(۱) معتقدات (۲) احکام متعلقہ عبادات ومعاملات (۳) تاریخی مضامین اور قصص (۴) پیغمبر صاحب اور ان کے معاصرین کے حالات۔ (۵) عالم معاد (۶) متفرقات۔

اگر ڈپٹی صاحب کی یہ تصنیف مکمل ہو جاتی تو علوم قرآنی میں ایک بیش قیمت کتاب کا اضافہ ہو سکتا تھا۔ لیکن "امہات الامہ" پر عوام کے ردعمل کی وجہ سے ڈپٹی صاحب اس قدر بددل ہو گئے تھے کہ انھوں نے اس تصنیف کو مکمل نہیں کیا۔

کیا تعداد اشاعت مقبولیت کی دلیل ہے؟

ڈپٹی صاحب نے قرآن مجید مترجم غرائب القرآن مع اضافۂ جدید۔ دس برس کے عرصہ میں ساتویں دفعہ تاریخ طبع ۱۳۲۳ھ / ۱۹۰۵ء کے مقدمہ میں لکھا ہے: "اس ترجمہ کو ابھی صرف دسواں برس ہے اور کتاب کی عمر کے لیے دس برس کیا ہوتے ہیں۔ مگر اسی دس برس میں بڑی اور متوسط اور حمائل کلاں وخورد اور بین السطور اور مقابل شکلوں میں آٹھ دفعہ چونتیس ہزار ایک سو چھپا اور پورا بیس ہزار نکاسی ہو بیٹھا۔"[۳۴]

ڈاکٹر سید عبداللہ ان کے ترجمہ قرآن کی مقبولیت ثابت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "ان کا یہ ترجمہ اتنا مقبول ہوا کہ ۱۹۱۶ء میں یعنی صرف بیس سال کے عرصہ میں اس کے پندرہ اڈیشن شائع ہوئے۔ اس وقت تک پچاس ہزار جلدوں کی نکاسی ہو چکی تھی اور نذیر احمد کی وفات کے وقت اس کی پچھتر ہزار کے قریب جلدیں شائع ہو چکی تھیں"۔[۳۵]

ڈاکٹر صالحہ عبدالحکیم نے منذر احمد نبیرہ مولوی نذیر احمد کا تعارف جو ترجمہ غرائب القرآن کے تاج کمپنی اڈیشن مطبوعہ جون ۱۹۶۶ء میں شائع ہوا ہے نقل کیا ہے: "میرے جد امجد مولوی نذیر احمد نے بہتر سال پہلے ۱۳۱۴ھ میں قرآن شریف کا ترجمہ شستہ ورفتہ اردو میں کیا تھا ـــــ اس ترجمہ کی کامیابی اور مقبولیت کا بین ثبوت یہ ہے کہ اب تک اس کے کم وبیش ایک لاکھ مختلف نسخے شائع ہو چکے ہیں اور مانگ روز افزوں ہے"۔

آپ ان تینوں بیانات پر غور فرمائیں۔ ان میں سے دو بیانات ڈپٹی صاحب مرحوم کے مطبوعہ ترجمہ قرآن ہی کے دیباچوں سے ماخوذ ہیں۔ ہمیں تعداد اشاعت کو مقبولیت ترجمہ کی دلیل بنانے میں بچند وجوہ تکلف ہے۔

(۱) ہم ان تمام بیانات کو صحیح تسلیم کرتے ہوئے جب دیکھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ۱۸۹۵ء سے ۱۹۱۲ء تک (جو ڈپٹی صاحب کا سال وفات ہے۔) یعنی سترہ سال میں اس ترجمہ کے پچھتر ہزار نسخے شائع ہو چکے تھے۔ اگر شروع سے ۱۹۶۸ء تک ایک لاکھ نسخے شائع ہوئے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ۱۹۱۲ء سے ۱۹۶۸ء تک چھپن سال کے عرصہ میں صرف پچیس ہزار نسخے یا اس کے لگ بھگ شائع ہو سکے۔ اس قلیل تعداد سے تاحین حیات سترہ سال کے عرصہ میں پچھتر ہزار کی تعداد میں ترجمہ کا اشاعت پذیر ہونا مشکوک ہو جاتا ہے۔

(۲) ڈپٹی صاحب کے حین حیات پچھتر ہزار نسخوں کے شائع ہونے کا قصہ یہ ہے کہ اس کی اشاعت مترجم ہی کے اہتمام خاص سے ہوتی تھی۔ اور مختلف اسباب کی بنا پر مترجم مرحوم اس کی اشاعتیں بار بار کرانے پر بھی مجبور ہوا کرتے تھے۔ حمائل شریف کے دوسرے اڈیشن مطبوعہ ۱۳۱۹ء (مطابق ۱۹۰۰ء) کے مقدمہ میں ڈپٹی صاحب تحریر فرماتے ہیں۔

"حمائل شریف کو چھپوائے ہوئے مسا کر کے دو برس ہوئے ہوں گے کہ اس جیسی پھر چھپوانی پڑی۔ نہ اس لیے کہ جتنی تھیں سب ٹھکانے لگ گئیں بلکہ جن کو سپرد کی تھیں اس نے لالچ میں آکر اپنے ایک اناڑی بھائی کو فائدہ پہنچانے کی غرض سے بلا ضرورت پوری، ادھوری، الٹی، پلٹی، اناپ شناپ جلدیں بندھوا ڈالیں۔ اور بندھوائی تھیں تو خیر غضب یہ کیا کہ مولی گاجر کی طرح صندوقوں میں بھر کر اپنی دکان کے ایک کونے میں رکھوا دیں اور پھر خبر نہ لی۔ ساری برسات گذری اور مکان پڑا ٹپکا کیا۔ جلدیں بگڑیں سو بگڑیں۔ پھپھوندی لگ کر ساری حمائلیں بدروپ ہو گئیں۔ اس کمی کی بھرتی کرنی ضرور تھی تو میں نے اتنا اور کیا کہ لگتے ہاتھ فہرست مطالب بھی بڑھا دی کہ بہت لوگ اس کے نہ ہونے کے شاکی تھے۔"[۳۲]

اس تحریر سے دو باتیں ثابت ہوتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ ڈپٹی صاحب طلب خریدار کو پورا کرنے کے علاوہ بھی دیگر اسباب سے نئے اڈیشن چھاپنے پر مجبور ہوا کرتے تھے۔ دوسرے یہ کہ یہ تعداد اتنی ہوا کرتی تھی کہ جلد میں بندھ جانے کے بعد بھی دوکان کے ایک گوشے میں آجایا کرتی تھیں۔ جن لوگوں کو اس طرح کتابوں کے بنڈل ذخیرہ کرنے کا اتفاق ہوا ہے انھیں اندازہ

ہوگا کہ دیگر بہت سی طالب جلد کتابوں کے بعد دوکان کے کسی گوشہ میں کتنی ہزار کتابوں کے مستقل طور سے رکھنے کی گنجائش رہتی ہے۔ اس سے بہت زیادہ تعداد میں اس کے نسخے شائع کرتے کا معاملہ بھی مشکوک ہوجاتا ہے۔

اشفاق احمد اعظمی نے ایک بات اور بھی لکھی ہے کہ ڈپٹی صاحب کو اپنے پریس میں کافی خسارہ ہوا تھا۔ اس کی تفصیل ہمیں معلوم نہیں لیکن امکان اس کا بھی ہے کہ اس نقصان کا ایک سبب ترجمہ قرآن کے نسخوں کی بے احتیاطی یا ضیاع بھی رہا ہو۔

(۳) پھر ہم یہ بات بھی تسلیم کر لیتے ہیں کہ ڈپٹی صاحب کا ترجمہ قرآن ماشاءاللہ ان کی حین حیات اور بعد میں بھی کافی تعداد میں چھپا ہے لیکن ان کی مقبولیت کی قدر و قیمت متعین کرنے میں ہمارے ناقدین ادب پتہ نہیں یہ بات کیوں بھول جایا کرتے ہیں کہ قرآن یا دیگر مذہبی کتابوں کا معاملہ ادبی لٹریچر کا سا نہیں ہے کہ ایک بار چھپ گئی تو ہمیشہ کے لیے ہوگئی۔ بلکہ آج کل تو ناقدری فن کا یہ حال ہے کہ اگر کسی اکیڈمی یا کسی میموریل کمیٹی کا مالی تعاون حاصل نہ ہو تو یہ ادبی شہ پارے چند سو کی تعداد میں بھی نہ چھپ سکیں اور بالفعل حال یہ ہے کہ مطبوعہ نسخوں کی نصف سے زیادہ تعداد ہدیۃً یا برائے تبصرہ ارسال کردی جاتی ہے اور بقیہ منتظر خریدار، ناشر یا مصنف کے گھر کے کسی گوشے میں پڑی رہتی ہے۔

قرآن دنیا میں سب سے زیادہ پڑھی جانے والی کتاب ہے، اسی لیے دنیا میں سب سے زیادہ شائع اور فروخت ہونے والی کتاب بھی ہے۔ اس لیے کسی مخصوص ترجمہ قرآن یا کتاب متعلقہ علوم قرآنی کا بار بار اور کثیر تعداد میں طبع ہونا اسے کوئی نمایاں اور منفرد مقام نہیں عطا کرتا۔ جس عرصہ میں ڈپٹی صاحب مرحوم کے ترجمہ قرآن کی مذکورہ تعداد اشاعت اور اس کی فروخت کا دعویٰ کیا گیا ہے۔ اگر اس عرصہ میں شاہ عبدالقادرؒ صاحب شاہ رفیع الدینؒ صاحب اور مولانا اشرف علیؒ تھانوی یا مولانا فتح محمدؒ جالندھری کے تراجم قرآنی کی اشاعت کا جائزہ لیا جائے تو یہ تعداد اس سے کم نہیں بلکہ اس سے کہیں زیادہ نظر آئے گی۔ جن بزرگوں کے ترجموں کا ابھی نام لیا گیا ہے۔ وہ ہندوستان کے کسی بھی گوشہ میں کسی بھی مکتبہ اسلامی سے کسی بھی وقت حاصل کی جاسکتی ہیں جبکہ ڈپٹی صاحب کے ترجمہ کے لیے راقم الحروف کو اپنے ایک دوست کا ممنون کرم ہونا پڑا ہے جنھیں وہ نسخہ قرآن وراثتاً اَبًا عَن جدٍ حاصل ہوا تھا اور جون ۱۹۱۹ء ۱۳۳۷ھ کا طبع شدہ ہے۔

دور حاضر میں مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کا ترجمہ و تفسیر تفہیم القرآن چھ جلدوں میں ہونے

کے باوجود اب تک ہندوستان ۔ پاکستان اور بنگلہ دیش میں لاکھوں کی تعداد میں چھپ چکا ہے۔ جبکہ اس کی پہلی جلد کا پہلا اڈیشن ۱۹۴۹ء میں شائع ہوا تھا۔ یہ تعداد طباعت اس وقت ہے جبکہ تفہیم القرآن میں موجود ترجمہ الگ سے بھی چھپ چکا ہے اور پورے تفہیم القرآن کی تلخیص بھی ایک جلد میں شائع ہو چکی ہے جسے مولانا صدرالدین اصلاحی نے مرتب کیا ہے یہ ساری اشاعتیں جماعت اسلامی کے زیر اہتمام ہوئی ہیں۔ جماعت کے علاوہ ورلڈ قرآن سوسائٹی (نان کمرشیل) نے بھی یہ ترجمہ ہزاروں کی تعداد میں شائع کیا ہے۔

ایک اور بات کی طرف اشارہ کرنا ضروری ہے کہ ڈپٹی صاحب کے ترجمہ کے مقابلہ میں دیگر بزرگوں کے تراجم کی تعداد اشاعت کا اندازہ اس لیے بھی دشوار ہے کہ ان کے تراجم وقف علی المسلمین ہیں اور انھیں برصغیر میں ہر کسی نے بلا اجازت چھپوایا ہے۔ جبکہ ڈپٹی صاحب کے ترجمہ قرآن پر ان کی تجارتی اجارہ داری رہی ہے۔

بہرحال اگر تعداد اشاعت کو ڈپٹی صاحب کے ترجمۂ قرآن کی مقبولیت کی دلیل ٹھہرایا گیا ہے تو اول تو یہ تعداد اشاعت ہی بوجوہ مشکوک ہے۔ پھر اس دعویٰ کا صغریٰ وکبریٰ ہی بنیادی طور سے غلط ہے۔ مقبولیت لوگوں کے دلوں میں گھر کرتی ہے۔ ہمیں اس بات کا کا یقین ہے کہ یہ ترجمہ باوجود اپنی بہت سی ادبی خوبیوں کے مختلف وجوہ سے قبول عام حاصل نہ کرسکا۔ اب ہم اس کی عدم مقبولیت کے اسباب پر گفتگو کریں گے۔

عدم مقبولیت کے اسباب

جیسا کہ ہمارا دعویٰ ہے کہ ڈپٹی صاحب کا ترجمہ عوام میں وہ قدر و قیمت حاصل نہ کرسکا جس کا وہ فی الواقع مستحق تھا۔ اور یہ صحیح ہے کہ ڈپٹی نذیر احمد جیسے صاحب طرز ادیب اور مترجم کے ترجمہ قرآن پر لوگ ٹوٹ نہیں پڑے۔ بلکہ اس کے خلاف کتابیں لکھی گئیں یہاں تک کہ لوگوں نے ان کے ترجمہ قرآن کو جلایا بھی[۳۹]۔ اس لیے اس کے اسباب کی تلاش بھی ضروری ہے۔

ہمارے خیال میں ڈپٹی صاحب کے ترجمہ قرآن کی عدم مقبولیت کے مندرجہ ذیل اسباب تھے۔

(۱) ڈپٹی صاحب کی شہرت ومقبولیت بحیثیت ایک ادیب کے تھی بحیثیت ایک عالم دین کے نہیں تھی۔ اس لیے لوگوں کو ان کی ثقاہت پر وہ اعتماد نہیں تھا جو دوسرے مترجمین قرآن پر تھا۔

(۲) سرسید کے ساتھی ہونے کی وجہ سے لوگ دین کے معاملے میں ان کے اوپر پورا بھروسہ نہیں کرسکتے تھے۔ چنانچہ ڈاکٹر سید عبداللہ کا خیال تھا کہ "انھوں نے اپنے اعتقادات کو عوام کے خیالات پر قربان کردینے سے بھی گریز نہیں کیا۔"[۳۸] ظاہر بات ہے کہ یہ کھلی منافقت ہے۔

(۳) ڈاکٹر سید عبداللہ نے یہ بھی لکھا ہے کہ "مذہب کے اعتبار سے وہ سہولت پسند تھے۔" اور عوام میں اعتماد صرف اسی کو حاصل ہوتا ہے جو مخلص اور باعمل ہو۔

(۴) اشفاق احمد اعظمی نے لکھا ہے کہ "نذیر احمد احادیث کو مذہبی تاریخ سے تعبیر کرتے ہیں"[۴۱] حالانکہ پوری امت اس بات پر متفق ہے کہ "حدیث"، "قرآن" کے بعد ادلہ اربعہ میں سے ہے۔ بقیہ دو "اجماع" اور "قیاس" ہیں۔

(۵) نذیر احمد نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اکرام کو ملحوظ نہیں رکھا ہے۔ جو تمام مسلمانوں پر فرض ہے جیسا کہ گذر چکا۔

(۶) "امہات الامہ" میں جو اگرچہ ایک عیسائی احمد شاہ شائق کی اہانت آمیز کتاب "امہات المومنین" کے جواب میں لکھی گئی خود قابل اعتراض جملے لکھے گئے ہیں۔ ان جملوں کو اشفاق احمد اعظمی "شوخ" سے تعبیر کرتے ہیں۔ لیکن سیر المصنفین کے مصنف محمد یحییٰ تنہا نے پوری کتاب ہی کے بعض حصوں کو "مبتذل" بتلایا ہے اور ان کو مذہب کی رو سے "گستاخی" قرار دیا ہے۔ تنہا کے خیال میں اس تصنیف میں زبان وبیان کے نقص کے علاوہ نظریات اور خیالات میں بھی خامیاں ہیں، جس سے اسلام پر حرف آتا ہے۔[۴۲]

(۷) ڈپٹی نذیر احمد کی حیثیت ایک دنیا دار کی تھی۔ مرزا فرحت اللہ بیگ نے واضح طور پر انھیں سود خور بتلایا ہے۔ کیونکہ انھوں نے خود فرحت اللہ بیگ سے سود کا مطالبہ کیا تھا۔ اس کے علاوہ وہ پرامیسری نوٹوں کی خریداری کے بھی قائل تھے جو سود ہے۔ اور اسلام میں سود سے بڑا کوئی گناہ نہیں ہے۔[۴۳]

(۸) ان کی کفایت شعاری کنجوسی کے درجہ تک پہنچی ہوئی تھی۔ مرزا فرحت اللہ بیگ نے کھانے کے تعلق سے اس کی بھی مثال دی ہے۔[۴۴]

(۹) وہ برطانوی حکومت کے وفادار تھے۔ حکومتی مناصب پر فائز تھے اور حکومت کے خلاف ایک لفظ نہیں بول سکتے تھے۔

(۱۰) انھوں نے برطانوی قوانین کا اردو میں ترجمہ کیا تھا۔ جو ملکی قانون کی حیثیت سے

یہاں اسلامی قانون کے علی الرغم جاری کیا گیا۔ اور اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے مَنۡ لَّمۡ یَحۡکُمۡ بِمَا اَنۡزَلَ اللّٰہُ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الۡفٰسِقُوۡنَ ۔ کافرون ۔ ظالمون ۔ یعنی جو اللہ کے قانون کے مطابق فیصلہ نہ کریں وہی فاسق ۔ کافر اور ظالم ہیں (ہم ان آیتوں پر تفصیلی اظہار خیال کر چکے ہیں)

(۱۱) اشفاق احمد اعظمی نے یہ بھی لکھا ہے کہ "نذیر احمد کو ترجمہ قرآن سے نہ مالی منفعت درکار تھی۔ نہ شہرت نہ ہی ثواب دارین کا شدید جذبہ۔ ان کا مقصد قوم کو قرآن فہمی کی تعلیم دینا تھا۔[۶۵] مقصد کی مثبت اور منفی تفصیل جو بیان کی گئی اپنے اندر اضطراب کے بہت سے پہلو رکھتی ہے۔

(۱۲) نذیر احمد کے ترجمہ پر بعض علماء کو اعتراض تھا۔[۶۶] وہ اس کی زبان کو غیر سنجیدہ اور ترجمہ کو بھی غلط سمجھتے تھے۔ مولانا اشرف علی تھانویؒ اور مولانا ابو محمد عبداللہ محدث چھپراویؒ کے رسالوں کا ہم ذکر کر چکے ہیں۔

(۱۳) اس کے علاوہ ایک آخری سبب یہ بھی ہے کہ اگر کوئی شخص دوسرے متداول تراجم کے ساتھ ان کے ترجمہ کو بھی پڑھے گا تو معلوم ہوگا کہ اس محاوراتی زبان میں وہ کیف و سرمستی نہیں پیدا ہوتی جو دیگر متداول ترجموں میں ہے۔ اس کا سبب یہی ہو سکتا ہے کہ دوسرے تراجم ان علمائے کرام کے کیے ہوئے ہیں جو اپنی زندگیوں کو قرآنی تعلیمات کا نمونہ بنانے کی کوشش کرتے رہے تھے۔

ترجمہ غرائب القرآن کا مقام

حالی نے لکھا ہے "خصوصاً قرآن مجید کی خدمت کے لحاظ سے جو امتیاز انھوں نے ہندوستان کے علمائے اسلام میں حاصل کیا ہے اس کا صحیح اندازہ لوگ اس وقت کر سکیں گے۔ جب ان کی وفات پر ایک معتدبہ زمانہ گزر جائے گا اور معاصرین کا دور ختم ہو کر حسد و بغض کے جذبات فرو ہو جائیں گے۔[۶۷]

شہرہ آفاق انگریزی شاعر۔ نقاد اور مصنف T.S. Eliot (۱۸۸۸ء تا ۱۹۶۵ء) نے اپنے موقر مقالہ TRADITION AND INDIVIDUAL TALENT (روایت اور انفرادی صلاحیت) میں اسی کے مماثل رائے دی ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ کوئی مصنف ایک مقام اپنے ہمعصروں میں حاصل کرتا ہے۔ پھر ایک مقام بعد میں پورے تاریخ ادب میں اسے حاصل ہوتا ہے۔ اپنے ایک اور تنقیدی مقالہ میں اس کی مزید شرح کرتے ہوئے وہ مثالاً بتلاتا ہے کہ اس کے زمانے میں شیکسپیر (William Shakspeure ۱۵۶۴ء تا ۱۶۱۶ء) کو جو مقام حاصل ہے اسے تسلیم ہے لیکن اگر وہ خود شیکسپیر کے زمانہ میں موجود ہوتا تو مارلو (Christopder Marlowe)

(۱۵۶۳-۹۴ء تا ۱۵۹۳ء) کو شیکسپیر پر ترجیح دیتا۔

ہم نے ڈپٹی صاحب کے ترجمہ کے علاوہ طباعت کی تاریخی ترتیب کے اعتبار سے دس گیارہ دیگر مترجمین کی دس آیتوں یا ان کے مقطوعات کے ترجمے بجنسہٖ نقل کردئے ہیں۔ ان تمام ترجموں پر نظر ڈالنے سے مندرجہ ذیل باتیں سمجھ میں آتی ہیں۔

(۱) شاہ رفیع الدینؒ صاحب کا ترجمہ تحت اللفظ ہے لیکن اگر انھیں الفاظ کو اردو نحوی ترکیب کے اعتبار سے بامحاورہ کردیا جائے تو وہ شاہ عبدالقادرؒ صاحب کے ترجمہ کے نہ صرف مماثل ہوجائے گا بلکہ کہیں کہیں بہتر نظر آئے گا۔

(۲) مولانا ابوالکلام آزادؒ کا ترجمہ تفسیری ہے اس لیے اسے متون ترجمہ کے مقابلہ میں شریک نہیں کیا جاسکتا۔

(۳) مولانا مودودیؒ نے اپنے ترجمہ کو ترجمانی کا نام دیا ہے۔ لیکن دیگر مترجمین نے عبارات بین القوسین کا جو اہتمام کیا ہے اگر اس کی رعایت ملحوظ رکھی جائے تو یہ ترجمانی ان تراجم کے مقابلہ میں زیادہ لفظی ہے۔

(۴) ہم دیکھتے ہیں کہ شیخ الہندؒ نے شاہ عبدالقادرؒ کے ترجمہ کی تحسین کی ہے لیکن انھیں بہت کم جگہوں پر تبدیلی کرنے کا موقع ملا ہے۔ اس طرح سے یہ شاہ صاحب ہی کے ترجمہ کا مرممہ اڈیشن ہے۔

(۵) مولانا دریابادیؒ اپنے مرشد مولانا تھانویؒ سے بہت متاثر ہیں اور بالفاظ خود انھوں نے بھی پچہتر فیصدی انھیں کا ترجمہ برقرار رکھا ہے۔ لیکن حق بات یہ ہے کہ دریابادی ترجمہ بلاغت زبان میں بہت ممتاز ہے۔

(۶) ڈپٹی نذیر احمدؒ نے زبان بہت فصیح اور بامحاورہ استعمال کی ہے۔ لیکن قوسین کی کثرت بصارت کے لیے گراں بار ہے۔ اور غرائب محاورات کی کثرت سماعت کے لیے نامانوس۔

(۷) شاہ رفیع الدینؒ اور شاہ عبدالقادرؒ کے ترجمے اپنی قدامتِ زبان کے باوجود اب تک اسی تابناکی سے جلوہ گر ہیں جو اشاعت اول کے وقت انھیں حاصل تھی۔

مندرجہ بالا ہفت نکاتی ملحوظہ کی بنا پر راقم الحروف کا خیال ہے کہ ڈپٹی صاحب کا ترجمہ

(۱) اگرچہ زبان کے لحاظ سے شاہ رفیع الدین اور شاہ عبدالقادرؒ کے ترجموں سے قدرے بہتر ہے لیکن اثراندازی کے لحاظ سے ان سے کمتر ہے۔

(ب) اپنی محاوراتی کمزوری کے باوجود زبان کے اعتبار سے ڈپٹی صاحب کا ترجمہ

ثنائی اور وحیدی ترجمہ پر فوقیت رکھتا ہے لیکن مقاصد قرآن کی بہتر ترجمانی اور اثر اندازی کے اعتبار سے ثنائی اور وحیدی ترجمے نذیری ترجمے سے بہتر ہیں۔ انھیں زیادہ سے زیادہ مساوی سطح پر رکھا جا سکتا ہے۔ لیکن اگر ان تینوں کے تفسیری افادات کو ترجمہ کے ساتھ شامل کرلیا جائے تو تفسیر ثنائی کلامی مباحث اور تفسیر وحیدی عمومی فوائد کے اعتبار سے نذیری ترجمہ اور افادات سے بہت بہتر ہیں۔

(ج) ترجمہ فتح الحمید جو ۱۹۰۰ء میں شائع ہوا۔ زبان اور اثر اندازی کے اعتبار سے ڈپٹی صاحب کے ترجمہ پر بہت زیادہ فوقیت رکھتا ہے۔

(د) علمائے کرام کے بہت سے اشکالات کے باوجود بریلوی ترجمہ زبان کے اعتبار سے اکثر جگہ ڈپٹی صاحب کے ترجمہ سے بہتر ہے۔

(ہ) مولانا تھانوی کا ترجمہ ادبی خوبیوں میں ڈپٹی صاحب کے ترجمہ کے مساوی ہے۔ لیکن اثر اندازی اور افادات میں اس پر فائق۔

(و) شیخ الہند کے ترجمہ کو ترجمہ فتح الحمید پر فوقیت حاصل ہے۔ بنابریں وہ ۱۹۲۳ء تک کے شائع شدہ تمام ترجموں سے بہتر ہے اور شاہ عبدالقادر صاحب کی خصوصیات ترجمہ کا جامع ہونے کی وجہ سے اسے اس وقت تک کے تمام ترجموں پر بالادستی حاصل ہے۔

(ز) اب تک کے تمام ترجموں میں مولانا مودودیؒ کا ترجمہ اپنی تمام ادبی خوبیوں اور اصول ترجمہ قرآن کی زیادہ سے زیادہ خصوصیات کو جامع ہے۔ اسی لیے یہ عوام وخواص دونوں میں یکساں طور پر مقبول ہے۔

(ح) مولانا دریابادی کا ترجمہ فصاحت زبان اور دیگر ادبی خوبیوں میں مودودی ترجمہ کے مساوی ہے لیکن سلاست مولانا مودودی کے یہاں بہت زیادہ ہے۔

بنابریں:۔

راقم الحروف کے نزدیک ترجمہ غرائب القرآن کا درجہ ابتدائی دونوں بزرگوں کو الگ کردینے کے بعد اپنے معاصرین میں دوسرا ہے اور اب تک کے تمام ترجموں میں چوتھا یا پانچواں واللہ اعلم بالصواب۔

کیا واقعی یہ ترجمہ غرائب القرآن ہے

اتمام حجت کی خاطر آخر میں ہم اس ترجمہ کے تسمیہ پر بھی گفتگو کرلیتے ہیں۔

"غرائب القرآن" دراصل علوم قرآنی کی ایک مخصوص اصطلاح ہے۔ اس سے مراد وہ الفاظ اور اصطلاحات ہیں جنھیں قرآن نے مروج لغت اور عام محاورات عرب سے ہٹ کر اپنے مخصوص معنوں میں استعمال کیا ہے۔ اس عنوان کا مزید مختصر تعارف یوں ہے کہ:۔

"غرائب قرآن کے معلوم کرنے پر توجہ دینا ضروری ہے۔ کیونکہ بیہقیؒ نے ابوہریرہؓ سے مرفوعاً روایت کی ہے کہ اعربوا القرآن والتمسوا غرائبہ یعنی قرآن کے معانی کو سمجھو اور اس کے غریب الفاظ کو تلاش کرو"۔[۴۸]

بنابریں علماء اسلام نے اس مخصوص فن پر بے شمار مستقل کتابیں لکھی ہیں۔ ان میں سے چند کے نام یہ ہیں،

(۱) ابان بن تغلب بکری الکوفی (المتوفی ۱۴۱ھ)[۴۹]

(۲) ابوعبدالرحمٰن عبداللہ بن یحییٰ الیزیدیؒ (المتوفی ۲۳۶ھ)

(۳) مشہور عالم ابن قتیبہؒ الدینوری (المتوفی ۲۶۷ھ)

(۴) محمد بن عزیز سجستانیؒ (المتوفی ۳۳۰ھ)

ان کے علاوہ بھی بے شمار علماء نے مستقل کتابیں لکھی ہیں جیسے ابوعبیدہؒ۔ ابوعمر الزاہدؒ۔ ابن دریدؒ العزیزی۔ امام راغب اصفہانیؒ (صاحب مفردات القرآن)۔ زجاج۔ فراء۔ اخفش اور ابن الانباری وغیرہ[۵۲]

ہندوستان میں مولانا حمیدالدین فراہیؒ نے بھی "مفردات القرآن" کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے اس کے علاوہ مولانا عبدالرشید نعمانی کی "لغات القرآن" (شائع کردہ ندوۃ المصنفین دہلی) بھی اس موضوع پر ایک ممتاز تصنیف ہے[۵۳]

یہ تمام کتابیں غرائب القرآن کے فنی اور اصطلاحی پہلوؤں سے بحث کرتی ہیں۔ اور الفاظ قرآنی کے صحیح معنی ومفہوم کو متعین کرتی ہیں۔ اردو زبان کے تمام مترجمین نے غرائب القرآن کے صحیح معنی ومفہوم کا بالعموم اہتمام ہی کیا ہے۔ اس اصول کی عدم پابندی ہی کی وجہ سے تمام گمراہ فرقوں کی تفسیریں (بشمول منکرین حدیث کے) پایۂ اعتبار سے ساقط ہیں۔

اردو تراجم قرآن کے ذیل میں غرائب کے اسباب اور اس کی تفصیلات پر زیادہ گفتگو نہیں کی جاسکتی۔ اس لحاظ سے ڈپٹی صاحب کا اپنے ترجمۂ قرآن کا نام "ترجمہ غرائب القرآن" رکھنا واقعی حیرت انگیز ہے۔ البتہ اس میں اردو غرائب محاورات وضرب الامثال کی اسقدر بھرمار

ہے کہ صرف اسی وجہ سے اردو زبان کے دیگر تراجم کے بالمقابل اس کا "ترجمہ غرائب القرآن" کہنا زیادہ موزوں اور مناسب ٹھیرتا ہے۔

۳۰۔ حرفِ آخر

ترجمہ غرائب القرآن نے ڈپٹی صاحب کا مرتبہ اردو مترجمین قرآن کی صف میں تو زیادہ بلند نہیں کیا۔ لیکن تاریخ ادب میں ان کے قد کو بلند اور ان کی ادبی زندگی کو دوام عطا کر دیا ہے۔ کیونکہ ان کی ادبی تحریریں انھیں حیات ابدی عطا نہیں کر سکتیں جبکہ ان کی خدمت قرآن، قرآن کی ابدیت کے ساتھ قائم و دائم رہے گی۔

حواشی

۱۔ آپ کا سن پیدائش ۱۸۳۶ء بھی لکھا گیا ہے لیکن ڈاکٹر اشفاق احمد اعظمی نے اپنے مقالے برائے پی ایچ ڈی (گورکھپور یونیورسٹی) موسومہ نذیر احمد شخصیت اور کارنامے ۱۹۷۴ء مکتبہ جامعہ دہلی نے تاریخ پیدائش کے اختلاف کا ذکر کرتے ہوئے ۱۸۳۶ء ہی کو ترجیح دی ہے۔

۲۔ افادات مہدی مقالہ اردو ادب کے عناصر خمسہ۔ ۳۔ اعظمی ص ۳۸۴

۴۔ مرزا فرحت اللہ بیگ: نذیر احمد کی کہانی کچھ ان کی اور کچھ میری زبانی۔

۵۔ اعظمی ص ۳۸۳ ۶۔ سیر المصنفین ص ۴۳-۳۴۲ بحوالہ اعظمی ص ۳۴۸

۷۔ جامعہ فروری ۱۹۲۷ء ص ۸۲ بحوالہ اعظمی ص ۲۴۶

۸۔ زمانہ نومبر ۱۹۳۹ء ص ۲۷۵ بحوالہ اعظمی ص ۳۴۸

۹۔ جامعہ فروری ۱۹۲۷ء ص ۱۸۲ بحوالہ اعظمی ص ۳۴۹ ۱۰۔ اعظمی ص ۳۴۹-۳۵۰

۱۱۔ حیات النذیر ص ۱۰ بحوالہ اعظمی ص ۳۴۴ ۱۲۔ اردو ادب کی تاریخ ص ۵۸ بحوالہ اعظمی ص ۳۴۷

۱۳۔ اعظمی ص ۳۸۲ ۱۴۔ حیات النذیر ص ۱۰۹ بحوالہ اعظمی ص ۳۴۶

۱۵۔ حیات النذیر ص ۳۵۰ بحوالہ اعظمی ص ۳۳۶ ۱۶۔ صالحہ۔ ص ۲۴۴

۱۷۔ خطبہ تفسیر بیان القرآن۔ بحوالہ صالحہ ص ۶۹ ۱۸۔ بحوالہ صالحہ ص ۲۴۴ ۱۹۔ صالحہ ص ۲۴۴

۲۰۔ راعنا کے لفظی معنی ہیں "ہماری رعایت کیجیے"۔ لیکن اسی کو ذرا کھینچ کر راعینا کر دیا جائے تو معنی ہوتے ہیں "ہمارے چرواہے"۔

۲۱ انظرنا کے معنی ہماری طرف "نگاہ التفات فرمائیے"۔

۲۲ صحیح مسلم ۱۵۱ ماکان لیاخذ اخاہ فی دین الملک (یوسف-۷۶) (یوسف) اپنے بھائی کو بادشاہ (مصر) کے قانون کے لحاظ سے نہیں لے سکتے تھے (ترجمہ ماجدی) ۲۳ اعظمی ص۳۵۲ ۲۴ اعظمی ص۳۵۷

۲۵ وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَا أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْأَنْفَ بِالْأَنْفِ وَالْأُذُنَ بِالْأُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَالْجُرُوحَ قِصَاصٌ (المائدہ - ۴۵) توراۃ میں ہم نے یہودیوں پر یہ حکم لکھ دیا تھا کہ جان کے بدلے جان، آنکھ کے بدلے آنکھ ناک کے بدلے ناک، دانت کے بدلے دانت، اور تمام زخموں کے برابر کا بدلہ۔

۲۶ والسارق والسارقہ فاقطعوا ایدھما جزاء بما کسبا نکالا من اللہ (المائدہ -۳۸) اور چور خواہ عورت ہو یا مرد۔ دونوں کے ہاتھ کاٹ دو۔ یہ ان کی کمائی کا بدلہ ہے اور اللہ کی طرف سے عبرتناک سزا۔

۲۷ وکیف یحکمونک وعندھم التوراۃ فیھا حکم اللہ ثم یتولون من بعد ذلک (المائدہ ۴۳:) اور یہ تمہیں کیسے حکم بناتے ہیں جبکہ ان کے پاس توراۃ موجود ہے جس میں اللہ کا حکم لکھا ہوا ہے اور پھر یہ اس سے منہ موڑ رہے ہیں۔ ۲۸ آیت نمبر ۴۳ جو حاشیہ نمبر ۵۶ میں مع ترجمہ منقول ہے۔

۲۹ دیکھئے حاشیہ نمبر ۲۷ ۳۰ صالحہ ص۳۶۶-۳۶۷ ۳۱ ایضاً ص۳۱۰

۳۲ یہ تفصیلات اشفاق احمد اعظمی کے تحقیقی مقالہ "نذیر احمد شخصیت اور کارنامے" سے ماخوذ ہیں۔ لیکن عنوانات کی تقسیم میں "پیغمبر صاحب" کا لفظ استعمال کرنا ڈپٹی صاحب ہی کا کارنامہ ہے۔ اغلب ہے کہ اعظمی صاحب نے ڈپٹی صاحب ہی کی تحریر سے یہ تفصیلات حاصل کی ہوں گی اور انھیں بجنسہٖ نقل کر دیا ہوگا۔

۳۳ صالحہ ص۲۴۶-۲۴۷ ۳۴ ایضاً ص۳۵۲ ۳۵ صالحہ ص۲۶۵

۳۶ دیباچہ حمائل۔ طبع دوم ۱۳۱۹ھ/۱۹۰۰ء۔ ناچیز کو یہی نسخہ مراجعت کے لیے حاصل ہوا ہے۔ یہ نسخہ عزیزم شفیق فرید سلمہٗ کی ملکیت ہے۔ تلاش بسیار کے باوجود ڈپٹی صاحب کے ترجمہ کا کوئی نسخہ بھیونڈی میں دستیاب نہ ہو سکا۔

۳۷ اعظمی ص۲۶ ۳۸ نقوش۔ شخصیات نمبر۔ مقالہ شاہد احمد دہلوی۔

۳۹ اعظمی ص۳۵۲ ۴۰ ایضاً ص۳۵۲ ۴۱ ایضاً ص۳۵۷ ۴۲ ایضاً ص۳۵۷

۴۳ بحوالہ مرزا فرحت اللہ بیگ۔ نذیر احمد کی کہانی کچھ ان کی کچھ میری زبانی ۴۴ ایضاً

۴۵ اعظمی ص۳۳۶ ۴۶ صالحہ ص۲۴۴ ۴۷ اعظمی ص۳۴۶

۴۸ ترجمہ اتقان للسیوطی اول کتب خانہ مرکز علم وادب کراچی (تاریخ طبع درج نہیں) ص۳۱۹

۴۹ اس فن پر یہ سب سے پہلی تصنیف ہے (بحوالہ بالا ص۶۷) ۵۰ یہ کتاب چھ جلدوں میں ہے۔ پندرہ سال کی طویل محنت شاقہ کے نتیجہ میں تیار ہوئی۔ ۵۱ بحوالہ بالا ص۶۸ ۵۲ ایضاً ص۳۱۹